محمد رسول اللہ

اپریل
2009ء

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کرلیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہوگیا۔

المُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ، مُجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے خلاف جہاد کرے (الحدیث)

ماہنامہ

المرشد

جسٹس افتخار محمد چوہدری کی بحالی قوم کی بیداری کا ثبوت ہے: امیر المکرم مولانا محمد اکرم اعوان کا خصوصی انٹرویو

ماہنامہ المرشد

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ، شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

اپریل 2009ء ربیع الاول / ربیع الثانی

جلد نمبر 30 | شمارہ نمبر 8

مدیر

چوہدری محمد اسلم

جوائنٹ ایڈیٹر: ضمیر حیدر

سرکولیشن مینجر: رانا جاوید احمد

کمپیوٹر ڈیزائننگ اینڈ لے آؤٹ

رانا شوکت حیات، محمد ندیم اختر

قیمت فی شمارہ 20 روپے

LRL # 41

فہرست

اداریہ	محمد اسلم	3
کلام شیخ	سیماب اویسی	4
اقوال شیخ	انتخاب	5
طریقہ ذکر	......	6
انٹرویو امیر المکرم	محمد اسلم / ضمیر حیدر	7
بعثت رحمت عالم ﷺ	امیر محمد اکرم اعوان	15
اکرم التفاسیر	امیر محمد اکرم اعوان	29
سوال وجواب	امیر محمد اکرم اعوان	38
مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زبان میں	انور علی شاہ	45
تزکیہ باطن کی اہمیت	محمد اکرم اویسی	48
THE METHOD OF DHIKAR	....	51
THE ETIQUETTES OF LATTA`IF	امیر محمد اکرم اعوان	52-56

بدل اشتراک

پاکستان	250 روپے سالانہ
بھارت / سری لنکا / بنگلہ دیش	
مشرق وسطی کے ممالک	100 ریال
برطانیہ۔یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

انتخاب جدید پریس۔لاہور 042-6314365 ناشر۔ عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن آفس = ماہنامہ المرشد اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ، ڈاکخانہ جوہر ٹاؤن، لاہور فون 042-5182727

Web Site:- www.zikr-e-ilahi.com E-Mail:info@alikhwan.org.pk

رابطہ آفس = ماہنامہ المرشد اے۔ٹی۔ایم بلڈنگ پل کوئیاں سمندری روڈ فیصل آباد فون 041-2668819 Mob: 0346-5207282

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

"جو کوئی اپنی محنت کا پھل آخرت میں چاہتا ہے تو اس کے انعامات اور اجر اور زیادہ بڑھا دیئے جاتے ہیں اور وہ اپنی طلب سے بھی زیادہ پاتا ہے اور جو شخص صرف حصول دنیا کے لئے کوشش کرتا ہے اسے دنیا میں سے کچھ نہ کچھ عطا کر دیا جاتا ہے یعنی ضروری نہیں کہ جس انداز یا جتنی مقدار میں اس کی خواہش ہے اسے مل جائے بلکہ یہ اللہ کی مرضی کہ اس کا نصیبہ کیا مقرر کیا ہے وہی ملتا ہے جبکہ یہ سب آخرت کے طلبگار کو بھی ملتا ہے مگر آخرت چھوڑ کر صرف دنیا کے طالب کی خواہش دنیا میں پوری نہیں ہوتی اور آخرت سے محروم رہ جاتا ہے کہ آخرت پر ایمان ہی نہ تھا لہٰذا آخرت میں کچھ نہیں پاتا گویا مومن دنیا کا کام بھی طلب آخرت میں کرتا ہے لہٰذا اطاعت کی حدود میں رہتا ہے جبکہ کافر سب کچھ جھپٹ لینا چاہتا ہے جبکہ نہ دنیا میں سب کچھ پاسکتا ہے اور نہ ہی آخرت میں اسے کچھ بھی ملے گا تو کیا انہیں اللہ کے برابر یا اس کا کوئی شریک ہاتھ آ گیا جس نے ان کے لئے الگ دین کی راہ نکال دی ایسی جو اللہ کے دین سے بالکل جدا ہے یعنی جب اللہ کے علاوہ کوئی معبود یا اس کا شریک ہے ہی نہیں تو انہیں اسلام کے علاوہ کوئی دین کہاں سے مل گیا یہ اتنا بڑا جرم کر رہے ہیں کہ اگر روز قیامت مقرر نہ ہو چکا ہوتا تو ان کا فیصلہ ابھی کر دیا جاتا اور یقیناً ایسے ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے"۔

اداریہ

موجودہ عدالتی نظام تبدیل کرنے کی ضرورت ہے

معزول چیف جسٹس افتخار محمد چودہری کی اپنے عہدے پر بحالی کے حالیہ حکومتی اعلان کے بعد پاکستانی عوام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے۔ ملک کے ہر چھوٹے بڑے شہر میں خوشیاں منائی جارہی ہیں اور ہر طرف جشن کا سماں ہے' میڈیا نے عوامی شعور بیدار کرنے میں انتہائی اہم کردار ادا کیا ہے یہ میڈیا ہی کی کرشمہ سازی ہے کہ آج عوام الناس پر عدلیہ کی آزادی کی اہمیت واضح ہو چکی ہے اور عوام اس حقیقت کا ادراک حاصل کر چکے ہیں کہ قوم کی زندگی اور ملک کی بقاء اور استحکام کیلئے عدل وانصاف ضروری ہی نہیں ناگزیر بھی ہے۔ سیاست' معاشرت' معیشت اور تجارت کی ترقی اور تعلیم وروزگار کا حصول ایک ایسی آزاد عدلیہ کا مرہون منت ہے جس میں عدل وانصاف کے مطابق فیصلے ہوتے ہوں' جہاں مظلوم کی دادرسی ہوتی ہو اور حقدار کو اس کا حق ملتا ہو۔

جسٹس افتخار محمد چودہری ملکی تاریخ کے پہلے چیف جسٹس ہیں جنہیں پہلے معزول کیا گیا اور پھر شدید عوامی دباؤ کے نتیجہ میں دوبارہ اپنے عہدے پر بحال کیا گیا ورنہ اس سے قبل یہی ہوتا آیا ہے کہ ہر حکومت اعلیٰ عدالتوں میں اپنی مرضی کے ججز تعینات کر کے من پسند فیصلے لینے کی کوشش کرتی آئی ہے ملکی تاریخ اس امر کی گواہ ہے کہ سیاسی وانتظامی امور ہوں یا سیاسی مخالفین کے خلاف قائم کردہ مقدمات ہر حکومت نے عدلیہ سے بہر حال اپنے مفادات کے تحفظ کے مطابق فیصلے حاصل کئے ہیں۔ اس وقت حالت زار یہ ہے کہ اعلیٰ عدالتوں سے لیکر نچلی سطح کی عدالتوں تک ہر جگہ انصاف خریدنا پڑتا ہے اور جو شخص انصاف خریدنے کی سکت نہیں رکھتا اسے سوائے ذلت وخواری کے کچھ ہاتھ نہیں آتا' مشہور مقولہ ہے کہ ''وکیل کرنے کی بجائے جج کرلو''۔ آج عام آدمی اپنے حق کے حصول کے لئے عدالتوں سے رجوع کرنے سے گھبراتا ہے۔ اپنے حقوق کی قربانی دے دیتا ہے لیکن کسی عدالت کا دروازہ اس لئے نہیں کھٹکھٹاتا کہ کورٹ اور وکیل کی فیس' عدالتی عملے کو دی جانے والی رشوت اور تاریخیں بھگتنے کیلئے عدالت تک آنے جانے کے سفری اخراجات اس کے بس سے باہر ہوتے ہیں' اس کا اثر یہ ہے کہ ہر طرف غریب' کاشتکار' مزدور اور عام آدمی ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں اور قانون شکن' جرائم پیشہ اور غنڈہ گرد عناصر ہر گلی محلے میں دندناتے پھرتے ہیں اور معاشرہ ''جس کی لاٹھی اُس کی بھینس'' کا عملی نمونہ پیش کر رہا ہے۔

جسٹس افتخار محمد چودہری کی اپنے عہدے پر بحالی کے بعد عام آدمی بجا طور پر اس بات کی توقع کر رہا ہے کہ اب ہر کسی کو انصاف ملے گا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ 61 سال سے رائج انگریز کا بنایا ہوا نوآبادیاتی اور فرسودہ نظام عدل یکسر تبدیل کر کے اس کی جگہ ایسا نظام عدل لایا جائے جو ہر شہری کے حقوق کا محافظ ہو اور ہر خاص وعام کو فوری اور سستا انصاف مہیا کرسکتا ہو۔

امیر محمد اکرم اعوان نے موجودہ صورتحال پر تبصرہ کرتے ہوئے ''فرمایا جسٹس افتخار محمد چوہدری اور ان کے ساتھی ججز موجودہ عدالتی نظام میں ضرور تبدیلی لائیں گے لیکن یہ تبدیلی اکیلے جسٹس افتخار چوہدری ہی کی ذمہ داری نہیں بلکہ پارلیمنٹ' سیاسی جماعتوں اور عدلیہ کی مشترکہ ذمہ داری ہے تینوں عناصر کو چاہئے کہ باہمی تعاون کے ذریعے نچلی سطح تک پورے کا پورا عدالتی نظام تبدیل کریں''۔ موجودہ عدالتی نظام کی تبدیلی صرف امیر المکرم ہی کا مطالبہ نہیں بلکہ ہر پاکستانی شہری کے دل کی آواز ہے کیونکہ موجودہ عدالتی نظام میں ظالم کے بچ نکلنے کے لئے تو ایک سوا ایک دروازہ ہے لیکن مظلوم کے لئے کوئی کھڑکی بھی کھلی نہیں۔

یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ وطن عزیز میں اگر عدل وانصاف کا بول بالا ہو جائے' مظلوم کی دادرسی ہو اور حقدار کو اس کا حق ملے تو یقیناً ہم پر اللہ کی رحمت کا نزول ہوگا' مسائل کم ہوں گے' ملک میں خوشحالی آئے گی اور عام آدمی کو سکھ کا سانس لینا نصیب ہو سکے گا۔

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِ سفر — نشانِ منزل

کونسی ایسی بات ہوئی ہے — سوچ سمندر

متاعِ فقیر — آس جزیرہ — دیدہ تر

آپ کی شاعری کیا ہے؟

فرماتے ہیں۔

"میری شاعری میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں؟ ان کا معیار کیا ہے بلکہ یوں کہئے کہ یہ اشعار ہیں یا نہیں' اس کی مجھے خبر نہیں' اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے اور نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے بہت سیکھا یا کم' سب کچھ محض اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔

اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرّم کا فیض نظر ہے اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔

اللہ کرے میں جو چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ میں آ سکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا کہ بندہ صرف بات پہنچا سکتا ہے باقی سب توفیقیں اللہ کو ہیں۔"

نعت

نعت لکھنے کا قرینہ چاہئے
نور ہو جس میں وہ سینہ چاہئے

ہو بدن روئے زمیں پر جس جگہ
دل میں بستا ہو مدینہ چاہئے

حلقہ افکار ہو روشن ضرور
نام ہو ان کا نگینہ چاہئے

عرش کی راہوں پہ ہیں ان کے نقوش
دیکھنا جا کر وہ زینہ چاہئے

ہے برستا نور ان کے نام سے
دل میں اس کا ایک خزینہ چاہئے

زندگی مانند گردابِ بلا
نام کا ان کے سفینہ چاہئے

نعت شعروں میں نہیں لکھتے فقیر
اس کی خاطر چاک سینہ چاہئے

اقوالِ شیخ

☆......کائنات میں موجود ہر تخلیق ذمہ دار بنائی گئی ہے، جتنی کسی کی عظمت ہے اتنی ہی اس کی ذمہ داری بھی ہے۔

☆......عرف عام میں جاہل سے مراد ان پڑھ لیا جاتا ہے لیکن درحقیقت جاہل وہ ہے جو اس بات کے جاننے کا دعویٰ کرے جو وہ نہیں جانتا۔

☆......اقوام جب زوال پذیر ہوتی ہیں تو اپنے اصل مقام کو چھوڑ کر اس کے نزدیک نزدیک منازل بنا لیتی ہیں اور یہی اقوام کے زوال کی علامت ہے۔

☆......مسلمان کی کامیابی اور منزل یہ ہے کہ اپنی پسند سے دستبردار ہو کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند کے مطابق ڈھل جائے۔

☆......اللہ کے احکام بندوں کے لئے رحمت ابدی کا پیغام اور راحت کا سبب ہیں، احکام الٰہی بندہ مومن کو بتاتے ہیں کہ وہ کس طرح اللہ کا قرب حاصل کرسکتا ہے۔

☆......دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کیلئے کام کرنے کیلئے ایک مضبوط یقین چاہئے دراصل ہمیں آخرت کا وہ یقین حاصل نہیں کہ آخرت کیلئے کام کریں۔

طریقہ ذکر

امیر محمد اکرم اعوان

مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمدورفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ اُس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔

چھٹے لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتویں لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کہا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز رہے اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ:- ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کیلئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پہ لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" قلب کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ عرش عظیم سے جا کر ٹکرائے۔

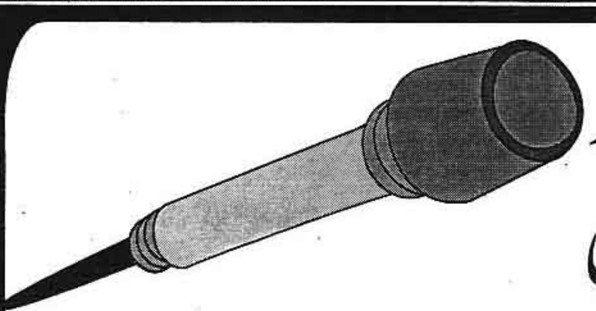

چیف جسٹس کی بحالی کے بعد
امیر المکرم مولانا محمد اکرم اعوان
کا خصوصی انٹرویو

(انٹرویو پینل: محمد اسلم / ضمیر حیدر)

تیزی سے تبدیل ہوتی ملکی صورت حال، الجھے ہوئے غیر یقینی سیاسی منظر نامے اور نت نئے تبصروں، تجزیوں اور اندیشوں نے طبیعت مکدّر کر دی تو دارالعرفان منارہ کا نمبر گھمانا شروع کر دیا۔ چند لمحوں بعد شیخ المکرم لائن پر تھے۔ انٹرویو کے لئے گزارش کی تو مخصوص لہجے میں قہقہہ لگاتے ہوئے فرمایا "جب جی چاہے چلے آؤ"۔ دارالعرفان منارہ حاضری کی سعادت نصیب ہوئی تو شیخ المکرم دارالعرفان کے سامنے واقع "ڈیرے" پر تشریف فرما تھے۔ ڈیرے کی رونقیں پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ چکی ہیں۔ ڈیڑھ گھنٹے تک جاری رہنے والی ایک طویل نشست میں شیخ المکرم سے ہونے والی گفتگو نذر قارئین ہے۔ (مدیر)

چیف جسٹس کی بحالی سے ظاہر ہوتا ہے کہ عوام میں بیداری آگئی ہے، عوام کو بیدار کرنے کا کریڈٹ میڈیا کو جاتا ہے

اکسٹھ سال سے رائج انگریز کا بنایا ہوا نوآبادیاتی عدالتی نظام تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔

پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ ن نے ماضی سے کوئی سبق نہیں سیکھا، قوم شیروں کے جبڑے میں پھنس گئی ہے۔

امریکہ اور یورپ کے علاوہ ہندوستان، ایران اور افغانستان کو بھی پاکستان کا ایٹمی قوت ہونا ہضم نہیں ہو رہا

سوال: - عدلیہ کی آزادی کے لئے شروع ہونے والی تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور حکومت نے معذول چیف جسٹس افتخار محمد چودھری اور ان کے دیگر ساتھی ججوں کو بحال کر دیا اس سارے عمل کو آپ کس طرح دیکھ رہے ہیں؟

جواب:- چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری اوران کے ساتھی ججوں کی بحالی بہت بڑی بات ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عوام میں بیداری آ گئی ہے عوام کو بیدار کرنے کا سہرا میڈیا کے سر پر سجتا ہے اگر میڈیا آزاد نہ ہوتا تو لوگوں میں شعور نہ آتا۔میڈیا کی کوشش سے عوامی شعور بیدار ہوا اور لوگوں نے لمحہ بہ لمحہ تمام تر صورتحال ٹی وی سکرین پر بچشم خود دیکھی۔عوام نے حق کا ساتھ دیا' عوامی دباؤ کے باعث حکومت کو پسپا ہونا پڑا۔

حالیہ تحریک کی کامیابی کا کریڈٹ میاں نواز شریف کو جاتا ہے اگر وہ پابندیاں توڑ کر لانگ مارچ میں شامل نہ ہوتے اور لوگوں کو ساتھ لے کر لاہور سے نہ نکلتے تو یہ کامیابی ممکن نہ ہوتی۔لاہور پاکستان کا دل ہے اگر لاہور والے باہر نکل آئیں تو حالات تبدیل ہو ہی جاتے ہیں۔اگر لانگ مارچ میں صرف وکلاء ہی شریک ہوتے تو لاہور میں بھی اُن کے ساتھ وہی کچھ ہوتا جو پشاور' کوئٹہ اور کراچی میں ہوا۔ان شہروں میں انتظامیہ نے وکلاء کو روک لیا تھا۔اس کے علاوہ اس سارے عمل میں افواج پاکستان کا کردار بھی انتہائی مثبت اور بہت اہمیت کا حامل رہا ہے۔افواج پاکستان نے مارشل لا نافذ کرنے کی بجائے سیاسی جماعتوں کو مفاہمت پر مجبور کیا۔برطانیہ اور امریکہ کی طرف سے بھی صدر آصف زرداری پر دباؤ ڈالا گیا اس دباؤ نے بھی ججز کی بحالی میں اہم کردار ادا کیا۔

سوال:- آپ اس سارے عمل میں وزیراعظم یوسف رضا گیلانی کے کردار کو کس طرح دیکھتے ہیں؟

جواب:- لانگ مارچ شروع ہونے سے پہلے اگر وزیراعظم یوسف رضا گیلانی مسلم لیگ کے سربراہ میاں نواز شریف اور وکلاء کے مطالبات مان لیتے اور قوم کے جذبات کا ادراک کر لیتے تو ان کی نیک نامی اور مقبولیت میں اضافہ ہو جاتا لیکن انہوں نے فیصلہ کرنے میں دیر کی۔لانگ مارچ شروع ہونے کے بعد وزیراعظم نے اگر کچھ مثبت کردار ادا کیا بھی ہے تو وہ زیادہ اہمیت کا حامل نہیں۔وزیراعظم کو چاہیے تھا کہ جب پیپلز پارٹی کے سینئر لوگ مستعفی ہو رہے تھے تو ہوا کا رخ پہچان کر چیف جسٹس اوران کے ساتھی ججز کو فوراً بحال کر دیتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سارا کریڈٹ "مسلم لیگ ن" کو مل گیا۔اس سے پیپلز پارٹی کا بہت نقصان ہوا ہے اور اسکی ساکھ بھی شدید متاثر ہوئی ہے۔

سوال:- قوم نے جسٹس افتخار محمد چوہدری سے جو توقعات وابستہ کر رکھی ہیں کیا وہ اس پر پورا بھی اُتر سکیں گے؟

جواب:- امید تو بہت ہے کہ جسٹس افتخار محمد چودھری اور آخری وقت تک ان کے ساتھ ثابت قدم رہنے والے چند دیگر ججز موجودہ عدالتی نظام میں تبدیلی ضرور لائیں گے۔اس سے قبل جب جسٹس افتخار محمد چودھری سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے عہدے پر فائز تھے تو انہوں نے چار روپے کے لفافے میں درخواست بھیجنے والے غریب افراد کی درخواستوں پر بھی کاروائیاں کیں۔اس کے علاوہ ان کے سوموٹو ایکشن توان کی معزولی کا ایک بہت بڑا سبب بھی ثابت ہوئے جس انداز اور جن معاملات میں انہوں نے سوموٹو ایکشن لئے اسکی مثال ملکی تاریخ میں اس کے علاوہ کہیں نظر نہیں آتی امید ہے کہ وہ اور دیگر جج صاحبان غریبوں اور مظلوموں کے مسائل اسی طرح حل کرتے رہیں گے۔غریب آدمی کے لئے سستے اور فوری انصاف کی فراہمی ہی وہ تبدیلی ہے جو

انشاء اللہ آئے گی اور آنی چاہیئے ورنہ حالت یہ ہے کہ اگر کسی غریب آدمی کے ساتھ زیادتی ہو جائے تو وہ سپریم کورٹ کا رخ کرنے سے ڈرتا ہے کیونکہ سپریم کورٹ کے وکلاء لاکھوں روپے فیس وصول کرتے ہیں' عدالتی عملہ الگ سے رشوت لیتا ہے۔ سپریم کورٹ تک آنے جانے کے لئے سفری اخراجات اس کے علاوہ ہیں اور تاریخوں کے چکر میں عام آدمی پس کر رہ جاتا ہے۔

سوال:- سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے علاوہ کیا ماتحت عدالتوں میں بھی سسٹم تبدیل ہو سکے گا؟

جواب:- عدلیہ کے موجودہ نظام میں تبدیلی صرف جسٹس افتخار محمد چوہدری ہی کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ پارلیمنٹ' سیاسی جماعتوں اور عدلیہ کو چاہئے کہ باہمی تعاون سے نیچے تک سارے عدالتی نظام کو درست کریں۔ پاکستان کو معرض وجود میں آئے اکسٹھ سال بیت چکے ہیں مگر ابھی تک انگریز کا بنایا ہوا نوآبادیاتی عدالتی نظام ہی چل رہا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان کے حالات کے مطابق عدلیہ کے نظام میں تبدیلی لائی جائے اور ایسی تبدیلی لائی جائے جس سے لوگوں کو سستا اور فوری انصاف مل سکے تاریخوں پر تاریخیں نہ پڑیں اور عدالتی عملہ رشوت کا بازار گرم نہ رکھ سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ حکومت کو چاہیے کہ وہ تعلیمی نظام میں بھی فوری طور پر تبدیلی لائے اور ایسا تعلیمی نظام نافذ کرے جو پاکستان کے حالات سے مطابقت رکھتا ہو۔ یکساں نصاب تعلیم وقت کی ضرورت ہے تاکہ امیر اور غریب کی تفریق کے بغیر ملک کے ہر بچے کو تعلیم حاصل کرنے کے یکساں مواقع مل سکیں۔

سوال:- 18 فروری 2008ء کے الیکشن میں پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ ن دو بڑی جماعتیں ابھر کر سامنے آئیں اور مفاہمت کی سیاست کا شور بلند ہوا لیکن ایک سال کے عرصے میں نہ صرف یہ کہ سیاسی مفاہمت دم توڑ گئی ہے بلکہ لوگ موجودہ حکومت سے بھی بیزار ہو گئے ہیں۔ آپ اس ساری صورتحال کو کس نظر سے دیکھ رہے ہیں؟

جواب:- دونوں جماعتوں نے ماضی سے کوئی سبق نہیں سیکھا۔ اب قوم شیروں کے جبڑے میں پھنس گئی ہے لیکن People should Enjoy them کیونکہ لوگوں نے خود ووٹ دے کر انہیں منتخب کیا ہے اور لوگوں نے اپنا مفاد دیکھ کر ووٹ دیئے ہیں کہ کون تھانے' کچہری میں اُن کے کام آ سکے گا یا کچھ لوگوں کے کاروباری مقاصد تھے یا پھر برادری ازم کو سامنے رکھا گیا' الیکشن سے پہلے ہمارے علاقے کے ایم پی اے نے ڈیڑھ کروڑ روپے دے کر ایک پارٹی کا ٹکٹ خریدا' پھر اڑھائی کروڑ روپے سے ووٹ خریدے' اس کے بعد انتخابی مہم اور الیکشن پر بھی کروڑوں خرچ ہوئے اب جو بندہ پانچ' چھ کروڑ خرچ کر کے ایم پی اے منتخب ہوا ہو وہ جب تک اپنی خرچ کردہ رقم واپس وصول نہیں کرے گا تو لوگوں کے مسائل کے متعلق کیا سوچے گا!

جو لوگ پیسہ لے کر ووٹ دیتے ہیں' برادری ازم پر ووٹ دیتے ہیں یا اپنا ذاتی مفاد سامنے رکھتے ہوئے ووٹ دیتے ہیں وہ اگر یہ سمجھتے ہیں کہ ایم پی اے اُن کے حلقے میں کام کرائے گا تو یہ ان کی نادانی ہے۔ ووٹ دیتے ہوئے یہ کسی نے نہیں سوچا کہ جس کو ووٹ دے رہے ہیں وہ بندہ کیسا ہے۔

سوال:- چیف جسٹس کی بحالی کے بعد حالات کافی حد تک تبدیل ہو گئے ہیں۔ ان حالات میں کیا پیپلز پارٹی اور ن لیگ کے

اتحاد کی توقع کی جا سکتی ہے؟

جواب:- 18 فروری کے الیکشن کے بعد بہت اچھا سسٹم بن گیا تھا' پیپلز پارٹی نے مرکز اور تین صوبوں میں حکومت بنالی اور ن لیگ کی پنجاب میں حکومت بن گئی لیکن دونوں پارٹیاں اسے ہضم نہ کرسکیں' کسی ضابطے اور طریقہ کار پر عمل پیرا نہ ہوسکے۔ چیف جسٹس کی بحالی کے بعد پنجاب میں مسلم لیگ ن کی حکومت آنی چاہیئے۔ پیپلز پارٹی کو چاہیئے کہ دوسری سیاسی پارٹیوں کے مینڈیٹ کا احترام کرے۔ سیاسی جماعتوں کو اب روایتی سیاسی ہتھکنڈوں کا استعمال ترک کردینا چاہیئے۔

سوال:- بیرونی قوتوں نے پاکستان پر توجہ مرکوز کررکھی ہے وہ پاکستان سے کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

جواب:- امریکہ اور یورپ کے علاوہ ہندوستان' ایران اور افغانستان کو بھی ہمارا ایٹمی قوت ہونا ہضم نہیں ہورہا' میں نے بہت عرصہ پہلے کہا تھا کہ امریکہ اور ایران کے درمیان ''نوراکشتی'' ہورہی ہے۔ امریکہ کبھی ایران پر حملہ نہیں کرے گا بلکہ امریکہ ایران کو Base بنا کر عرب ممالک پر اپنی دھاک بٹھانا چاہتا ہے اور اس مقصد کے حصول کے لئے ایران کو استعمال کررہا ہے۔ ایران ہرگز نہیں چاہتا کہ پاکستان ایٹمی قوت رہے' تہران بہت بڑا شہر ہے' خمینی صاحب کے انقلاب سے پہلے تہران میں اہل سنت کی مساجد تھیں لیکن اب وہاں ایک بھی مسجد موجود نہیں جبکہ ہمارے ہاں گلی گلی میں اہل تشیع کی امام بارگاہیں ہیں اور انہیں کوئی روک ٹوک نہیں' ایران بھی پاکستان کو بطور ایٹمی قوت دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ اِدھر امریکہ بھی چاہتا ہے کہ پاکستان کے سیاسی حالات اتنے خراب ہو جائیں کہ پاکستان ایٹمی قوت نہ رہے۔ بدقسمتی سے ہماری حکومت میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو ان قوتوں کو سپورٹ کرتے ہیں۔

سوال:- کیا یہ عمومی تاثر درست ہے کہ ووٹ دینے سے کچھ نہیں ہوگا پاکستان میں وہی کچھ ہوگا جو امریکہ چاہے گا؟

جواب:- نہیں نہیں ایسا بالکل نہیں ہے امریکہ کا اگر نقشہ دیکھیں تو امریکہ کی ناک کے آگے ''کیوبا'' بیٹھا ہے امریکہ گذشتہ پچاس سال سے کیوبا کا کچھ نہیں بگاڑ سکا۔ امریکہ نے خود تسلیم کیا ہے کہ انہوں نے بیس دفعہ کیوبا کے صدر کو قتل کرنے کی کوشش کی لیکن وہاں کے مقامی لوگوں نے ہمارا ساتھ نہیں دیا امریکہ اُس وقت ہی کچھ کرسکتا ہے جب مقامی لوگ تعاون کریں' دنیا کا ہر ملک یا اُس ملک کے سیاستدان اپنے قومی مفادات سامنے رکھتے ہیں امریکہ کے پاکستان سے مفادات وابستہ ضرور ہیں لیکن اگر ہمارے اپنے لوگ ان سے تعاون نہ کریں تو ان کی دخل اندازی روکی جاسکتی ہے۔ جس طریقے سے ایک زمانے میں سکھوں نے ضیاء الحق کا ساتھ دیا تو سکھوں نے ہندوستان کو ناکوں چنے چبوادیئے تھے اگر سکھ ساتھ نہ دیتے تو ضیاء الحق کیا کرسکتا تھا۔ یہ الگ بات کہ بعد کی حکومت نے ان سکھوں کی فہرست ہندوستان کے حوالے کردی اور ہندوستان کی حکومت نے انہیں گرفتار کرکے مقدمات چلانے کی بجائے ایک ایک سکھ کو چن کر قتل کردیا اس طرح ''خالصتان'' کی تحریک دم توڑ گئی۔ یہ ہمارے ہی پاکستانی تھے جنہوں نے بے نظیر کو قتل کیا ہے' ضیاء الحق کو مارنے والے' لیاقت علی خان کو قتل کرنے والے غیرملکی تو نہ تھے!

لوگوں کی عادت ہے کہ ہر کام میں امریکہ کا نام لے لیتے ہیں ہمارے ہاں پہلے دودھ میں پاؤڈر شامل کیا جاتا تھا اب یہ حال ہے کہ

گائے اور بھینس کو دودھ والا پاؤڈر پلایا جاتا ہے کیا یہ بھی امریکہ کروا رہا ہے! بیماری کے باعث میں برائلز نہیں کھاتا' کہیں سے دیسی مرغ مل جائے تو لے آتا ہوں اب دیسی مرغ کا حصول ناممکن ہو چکا ہے کیونکہ دیسی مرغیوں کو بھی فیکٹریوں کی تیار شدہ خوراک کھلائی جاتی ہے تاکہ وہ موٹی تازی ہو جائیں کیا یہ بھی امریکہ کی غلطی ہے۔ ہماری عادت بن گئی ہے کہ ہر خرابی امریکہ کے سر ڈال دیتے ہیں جبکہ حقیقت یہ کہ خود ہم نے امریکہ کو سر پر چڑھا لیا ہے اگر مقامی لوگ امریکہ کے آلہ کار نہ بنیں تو امریکہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔

سوال :- امریکہ اب عراق سے نکلنے کی تیاری کر رہا ہے جبکہ افغانستان میں امریکہ کی مزید فوج آ رہی ہے' یہ پاکستان کے گرد گھیرا تنگ کرنے کی سازش تو نہیں؟

جواب :- یہ بات بالکل صحیح ہے۔افغانستان سے امریکہ کو مل کیا رہا ہے؟ افغانستان آنے والے ایک امریکی فوجی کی وردی وغیرہ پر 15 سے 20 ہزار ڈالر خرچ ہوتے ہیں' اس کی خوراک اور رہائش وغیرہ پر بھی بے تحاشا اخراجات آتے ہیں جبکہ کابل ایسی جگہ نہیں ہے جہاں بیٹھ کر کسی ملک کو کنٹرول کیا جا سکے اس لئے امریکہ کی اصل دلچسپی پاکستان کے شمالی علاقہ جات ہیں اس علاقے میں بیٹھ کر وہ چین اور روس پر نگاہ رکھ سکتا ہے۔شمالی علاقہ جات میں ''دیوسائی'' ایک ایسی جگہ ہے جو 16 ہزار فٹ بلند پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے وہاں پر ہائی سپیڈ طیارے لینڈ کر سکتے ہیں۔اگر امریکہ اس جگہ کا کنٹرول حاصل کر لے تو باآسانی چین اور روس پر نگاہ رکھ کر اپنی گرفت مضبوط کر سکتا ہے۔

سوال:- گزشتہ دنوں پاکستان میں موجود سری لنکا کی کرکٹ ٹیم پر قاتلانہ حملہ ہوا' کہا جا رہا ہے کہ اس حملے میں انڈیا کے ایجنٹ یا تامل ٹائیگر ملوث تھے۔آپ کے خیال میں یہ حملہ کس نے کیا اور اس کے مقاصد کیا تھے؟

جواب :- تامل ٹائیگر کے ایجنٹ پاکستان میں ہوں نہ ہوں لیکن بھارتی ایجنٹ پاکستان میں موجود ہیں۔لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ گورنر پنجاب خود بھارت کی صفائیاں دے رہا ہے کہ یہ کام انہوں نے نہیں کیا اگر انڈیا یہاں دہشت گردی کرے تو ہم انڈیا کی صفائی دیتے ہیں لیکن انڈیا میں کسی کو زکام بھی ہو جائے تو الزام پاکستان پر عائد کر دیتے ہیں ہم پاکستان سے گرفتار ہونے والے بھارتی ایجنٹوں کو ہار پہنا کر بارڈر پار بھیجتے ہیں جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ سری لنکن کرکٹ ٹیم پر حملہ کرنے والوں کے مقاصد کیا تھے تو صاف ظاہر ہے کہ ہمارے دشمنوں کی خواہش یہ ہے کہ پاکستان کا تعلق باقی دنیا سے کٹ جائے اور دنیا کو دکھایا جائے کہ پاکستان ایک ناکام ریاست ہے۔آپ سری لنکا کرکٹ ٹیم پر حملے کی بات کرتے ہیں یہاں پر تو سب کچھ ہی اُلٹ پلٹ چکا ہے حکومت کی پالیسیوں میں کوئی تسلسل نہیں۔ایک فیصلہ کیا جاتا ہے چند دنوں بعد خود ہی واپس لے لیتے ہیں گذشتہ دنوں صدر مملکت نے موبائل عدالتوں کے قیام سے متعلق ایک آرڈیننس جاری کیا لیکن چند دنوں بعد ہی واپس لے لیا۔ان حالات میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔

سوال :- آج کے دور میں میڈیا کی اہمیت اور کردار بہت زیادہ بڑھ گیا ہے پاکستانی میڈیا کے رویہ سے متعلق آپ کی رائے کیا ہے؟

جواب:- موجودہ دور میں میڈیا کی اہمیت' معاشرے پراس کے اثرات اور کردار سے انکار ممکن نہیں لیکن جس قدر جس شے کی اہمیت ہوتی ہے اور جتنا اہم کردار ہوتا ہے ذمہ داری بھی اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے میڈیا کو اپنی ذمہ داری کا احساس رکھنا چاہئے۔ میڈیا صرف سنسنی خیز خبروں کی تلاش میں ہی نہ رہے بلکہ معاشرے میں اگر کہیں مثبت کام ہو رہا ہے تو اُسے بھی اُجاگر کرے۔ کچھ دن قبل ہم نے اسلام آباد میں ''بعثت رحمت عالم ﷺ'' کے عنوان سے ایک سیمینار کیا میں نے سارے اخبارات دیکھے کسی اخبار یا چینل نے اس سے متعلق خبر شائع نہیں کی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میڈیا اس طرح کی خبروں کو اہمیت ہی نہیں دیتا۔

سوال :- بے رحم حالات کے طوفانوں کے تھپڑے سہہ سہہ کر عام آدمی کے اوسان خطا ہو چکے ہیں۔ دیندار طبقہ دعاؤں کی تاکید کرتا نظر آتا ہے۔ اس بارے آپ کیا فرماتے ہیں؟

جواب:- دعا کے لئے اللہ تعالیٰ کو ماننا پڑتا ہے' اللہ کے احکامات پر عمل کرنا پڑتا ہے لیکن ہم اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے۔ اگر کوئی انفرادی طور پر نیک ہے تو اس اکیلے کی دعا سے اجتماعی کاموں میں بہتری نہیں آئے گی کیونکہ اجتماعی کاموں کے لئے اجتماعی دعا مانگنا پڑے گی۔ اگر نتائج اجتماعی چاہئیں تو اسباب بھی اجتماعی چاہیں۔ ہماری اجتماعی زندگیوں کا حال یہ ہے کہ پاکستان میں کوئی ایسا آدمی نہیں ملتا جس کو پیسے اُدھار دیئے جائیں تو وہ واپس کردے' کوئی ایسی دکان نہیں ملتی جہاں بغیر ملاوٹ کے کوئی چیز مل جائے اگر کہیں کوالٹی صحیح ہے بھی تو قیمت صحیح نہیں ہوگی۔ ہم اللہ تعالیٰ کے احکامات مانتے نہیں' اسباب اختیار کرتے نہیں تو دعائیں کیسے قبول ہوں!

سوال :- دنیا کے 200 سے زائد ممالک میں پاکستان ہی وہ واحد بدنصیب ملک کیوں ہے جہاں ہر وقت بم پھٹتے ہیں اور قتل وغارت گری رہتی ہے؟۔

جواب :- دنیا کے دیگر ممالک میں کوئی نہ کوئی قانون موجود ہے۔ جس پر عمل درآمد بھی ہوتا ہے' اور وہاں کچھ نہ کچھ دیانتداری بھی ہے لیکن ہمارے ہاں قانون مذاق بن کر رہ گیا ہے' یہی وجہ ہے کہ ہم دنیا بھر میں بدنام ہو چکے ہیں۔

سوال :- ان حالات میں نیک لوگ اور درددل رکھنے والے حضرات کیا کریں؟

جواب:- جو لوگ درددل رکھتے ہیں وہ بھی یا تو گوشہ نشین ہیں یا گھروں میں یا اداروں میں بیٹھے ہیں اس لئے ان کے ہونے یا نہ ہونے سے کچھ فرق نہیں پڑتا حالانکہ ایسے لوگوں کو باہر نکلنا چاہئے۔ تبلیغی جماعت والے احباب بہت کام کر رہے ہیں ان کے اعداد و شمار کے مطابق رائے ونڈ میں سالانہ ۲۰ لاکھ کا اجتماع ہوتا ہے۔ وہ اجتماع میں اکٹھے ہو کر مسلمانوں کے حالات پر روتے تو ہیں لیکن اگر وہ رونے کی بجائے تبدیلی کے لئے اسلام آباد کی طرف چل پڑیں تو ملک میں بہت بڑی مثبت تبدیلی آ سکتی ہے۔ میں

یہ نہیں کہتا کہ وہ اسلام آباد پر چڑھائی کریں لیکن اگر جماعت والے اپنے امیر کو صدر مملکت منتخب کرلیں تو کیا یہ انقلاب نہیں ہوگا۔ ۲۰ لاکھ افراد جب ووٹ دینے نکلیں گے تو ۲۰ لاکھ نہیں رہیں گے ۷۰ لاکھ ہو جائیں گے کیونکہ ہر بندہ گھر کے دیگر افراد اور دوست احباب کے ووٹ بھی لے کر آئے گا۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ سالانہ اجتماع میں تبلیغی جماعت کا ہر بندہ تو شریک نہیں ہوتا۔ ہمارے ہاں اجتماع ہوتا ہے تو تقریباً چوتھا حصہ شریک ہوتا ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کی اصل تعداد ۲۰ لاکھ سے کہیں زیادہ ہے۔ اس تناسب سے ان کے ووٹ بھی ان گنت ہوں گے اس عددی برتری کے باوجود وہ اپنے امیر کو سربراہ مملکت کیوں نہیں بناتے!

سوال:- مولانا فضل الرحمٰن آج کل بڑے فعال نظر آرہے ہیں ان کے بارے میں آپ کیا رائے رکھتے ہیں؟

جواب:- پاکستان میں لوگ غربت اور افلاس کے باعث بچوں کو دینی مدارس میں بھیج دیتے ہیں اس طرح بچوں کو کھانا بھی ملتا رہتا ہے اور کچھ نہ کچھ پڑھ لکھ بھی جاتے ہیں یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے کچھ لوگ بچوں کو مکینک اور مستری کے پاس بھیج دیتے ہیں کہ چلو دو چار سال کھانا بھی ملتا رہے گا اور کچھ کام بھی سیکھ جائے گا۔ مولانا فضل الرحمٰن کی سیاست اسی قبیل کے دینی مدارس کے گرد گھوم رہی ہے ایسے لوگوں سے کیا توقع رکھی جاسکتی ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کو سب سے زیادہ فکر اپنے چندے کی رہتی ہے ملک وقوم کے لئے یہ لوگ کیا سوچیں گے اور کیا کریں گے!

سوال:- مولانا صوفی محمد یا ان کے داماد مولوی فضل اللہ سے کیا کبھی ملاقات ہوئی وہ کیسے آدمی ہیں اور حالیہ سوات امن معاہدے کو آپ کس طرح دیکھ رہے ہیں؟

جواب:- صوفی محمد ذاتی طور پر نیک آدمی ہیں جیسے عام روایتی نیک آدمی ہوتے ہیں۔ وہ خود تو نیک آدمی ہیں لیکن ان کی تحریک میں بہت سے غلط آدمی شامل ہو گئے تھے۔ صوفی محمد سیاستدان نہیں ہیں اور نہ ہی امور سیاست کو سمجھتے ہیں۔ صوفی محمد سے بہت عرصہ پہلے ملاقات ہوئی تھی لیکن ان کے داماد مولوی فضل اللہ سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔ صوفی محمد صرف عدل کی بات کرتے ہیں مکمل شریعت کے نفاذ کی بات نہیں کرتے۔ جہاں تک امن معاہدے کا تعلق ہے تو اچھی بات ہے معاہدہ ہونے سے وہاں کے لوگوں کو کچھ سکون کا سانس لینا نصیب ہوا اس معاہدے کے متعلق یہ کہنا مشکل ہے کہ کتنا عرصہ چل سکے گا!

سوال:- تحریک انصاف کے راہنما عمران خان آجکل سیاست میں بہت متحرک نظر آتے ہیں ان کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے؟

جواب:- بہت سے لوگ عمران خان کی سابقہ زندگی کے حوالے سے خدشات رکھتے ہیں اور اس بناء پر اس سے متفق نہیں لیکن اگر کوئی شخص کچھ کام کررہا ہے تو اچھی بات ہے۔

سوال:- سابق صدر پرویز مشرف نے مدرسہ کی بچیوں پر گولیاں برسائیں اور بہت سے دیگر اقدامات سے قوم کو بہت

پریشان کیا۔ آپ کے خیال میں پرویز مشرف پر مقدمہ نہیں چلنا چاہیے؟

جواب:- یہ آرزو تو ہوسکتی ہے کہ پرویز مشرف پر مقدمہ چلے مگر یہ مقدمہ چلائے گا کون؟ جنرل کیانی تو نہیں چلائے گا وہ تو مشرف کا شکر گزار رہے کہ اس نے اسے آرمی چیف بنایا۔ مدرسے کے بچوں کو قتل کرنے والوں کے ساتھ ساتھ بے نظیر بھٹو، ضیاء الحق اور لیاقت علی خان کے قاتلوں پر بھی مقدمات چلنے چاہئیں۔

سوال:- ہر حکومت مسئلہ کشمیر کا ذکر زور وشور سے کرتی ہے مگر عملاً اس مسئلہ کے حل کے لئے کچھ پیشرفت نہیں ہوئی اس بارے آپ کیا کہیں گے؟

جواب:- پاکستان کے ہر حکمران نے مسئلہ کشمیر کو حصول اقتدار کے لئے بطور زینہ استعمال کیا ہے لیکن عملاً یہ مسئلہ وہیں کا وہیں ہے ہم نے کشمیر کے لئے سوائے اخلاقی مدد کے عملاً کیا کیا ہے اگر ایک آدمی بھوک سے مر رہا ہے تو اس کے لئے فقط اخلاقی مدد کیا حیثیت رکھتی ہے۔ ہم اگر پشاور، لاہور، کراچی کو سنبھال لیں تو بڑی بات ہے۔ ہمارا حال تو یہ ہے کہ پشاور شہر کی حدود میں لڑائی ہو رہی ہے اور اس سے آگے ہمارا کنٹرول ہی نہیں ہے۔ ان حالات میں ہم کشمیریوں کی کیا مدد کر سکتے ہیں!

سوال:- پیپلز پارٹی کی حکومت نے پچھلے ایک سال میں کوئی قابل ذکر کام نہیں کیا۔ کیا اس حکومت سے بہتری کی توقع رکھی جا سکتی ہے؟

جواب:- اس میں کوئی شک نہیں کہ پیپلز پارٹی کی حکومت نے پچھلے ایک سال کے عرصہ میں واقعی کوئی قابل ذکر کام نہیں کیا۔ خصوصاً عام آدمی کی حالت زار نا قابل بیان حد تک پہنچ چکی ہے۔ پیپلز پارٹی نے اگر زندہ رہنا ہے تو انہیں فی الفور عام آدمی، غریب مزدور، کسان اور پسے ہوئے طبقات کی بھلائی کیلئے کام کرنا ہوگا۔ پیپلز پارٹی کی حکومت نے ''بینظیر انکم سپورٹ'' کے نام سے غریبوں کی مالی امداد کیلئے ایک پروگرام شروع کیا لیکن حکومت کا حال دیکھیں کہ جن لوگوں کا بینک بیلنس لاکھوں میں ہے اور جن کے بچے سعودی عرب میں ملازمت کر رہے ہیں ان کو تو ''بے نظیر انکم سپورٹ'' دے رہے ہیں لیکن جو غریب بھوک سے مر رہے ہیں ان کا کوئی پرسان حال نہیں۔ جس حکومت کا حال یہ ہو اس کا مستقبل صاف نظر آ رہا ہے۔

سوال:- ان حالات میں ''الاخوان'' کا کردار کیا ہے اور ''الاخوان'' کے ساتھیوں کو آپ کیا پیغام دینا چاہیں گے۔

جواب:- ہمارے ساتھی الحمدللہ لوگوں کو بھلائی کی طرف بلا رہے ہیں نیکی کی دعوت دے رہے ہیں، ذکر قلبی کی تلقین کر رہے ہیں ساتھیوں کے لئے میرا پیغام یہی ہے کہ وہ اپنا کام دلجمعی سے جاری رکھیں۔

..........☆☆☆..........

بعثت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم

امیر محمد اکرم اعوان
— دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 8-03-2009

اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیمo

بسم اللّٰہ الرحمٰنِ الرحیمo

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ و کفیٰ باللہ شھیداًo

اللھُم سبحنک لا علملناَ الا ما علمتنا

اِنکَ انت العلیمُ الحکیم

مَولایَ صَلِ وَسَلِم دَائماً ابداً

عَلی حَبِیبکَ مَنُ زانت بِہِ اُلعُصُروا

اللہ کریم کی کائنات میں اس کے بنائے ہوئے نظام کے مطابق ہر چیز اور ہر ذرہ اپنے سفر پر رواں رہتا ہے اور یہ سفر ہر لمحہ جاری رہتا ہے کتنی چیزیں تھیں جو کل نہیں تھیں لیکن آج موجود ہیں کتنی چیزیں ہیں جو کل موجود تھیں، آج نہیں ہیں کتنے لوگ کل تھے آج ان کی یاد بھی نہیں اور کتنے لوگ ہیں جو کل نہیں تھے اور آج صفحۂ ہستی پر نظر آتے ہیں یہ ایک ایسا مسلسل عمل ہے جو شمار نہیں کیا جا سکتا کہ کتنے افراد پیدا ہوئے اور کتنی اموات ہوئیں اور مخلوقات میں صرف نسل انسانی ہی نہیں اللہ کی ان گنت دیگر مخلوقات ہیں گھاس کے تنکے سے لیکر تناور درختوں تک، کیڑے مکوڑوں سے لیکر قد آور جانوروں تک ایک وسیع نظام ہے جس میں ہر لمحہ تخلیق باری جاری ہے۔

کفار جب کہتے تھے کہ بندہ مر کر مٹی میں مل جاتا ہے ہڈیاں بوسیدہ ہو جاتی ہیں خاک ہو جاتی ہیں تو یہ دوبارہ کیسے کھڑا ہو گا؟ قرآن حکیم نے اس کا جو مختصر سا جواب دیا وہ یہ تھا۔

کہ کیا تم نے صنعت باری کو نہیں دیکھا؟ جو چیزیں نہیں ہیں اور پھر بن جاتی ہیں انہیں کون بناتا ہے؟ کائنات کی تخلیق سے لیکر آج تک کے مسلسل عمل کو کون چلا رہا ہے؟

سب سے پہلے کائنات بنی پھر اس پر پہلی مکلف مخلوق حضرت آدمؑ سے دو ہزار سال پہلے آباد ہوئی وہ جنات تھے پھر آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جلوہ افروز ہوئے جنوں اور انسانوں سے پہلے جو کائنات بنی اس کے بنانے میں اللہ کریم نے یہ ترتیب رکھی کہ دو دنوں میں آسمان اور اس میں بسنے والی تمام مخلوقات پیدا فرمائیں اور چار دنوں میں زمین اور اس کے متعلقات دریا، سمندر، پہاڑ، بہتے چشمے ذرات زمین اور شجر و حجر و دیگر زمینی مخلوقات پیدا کیں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ رب جلیل تو آن واحد میں پیدا کرنے پر قادر ہے وہ جب کسی چیز کو بنانا چاہتا ہے اذا اراد شیاء ان یقول لہ، کن فیکون تو اسے صرف حکم دیتا ہے اور وہ ہو جاتا ہے تو پھر تخلیق کائنات میں اتنا وقت لگنے کی مصلحت کیا ہے؟ اس میں قدرت باری نے خود ہی ایک قانون رکھا ہے کہ ہر کام کسی فعل کے نتیجے میں ہو گا ہر شئے کسی سبب سے کسی کے کرنے سے ظہور پذیر ہو گی کیونکہ اس نے دار دنیا کو دارالعمل بنایا ہے اور یہاں کسی بھی نتیجہ خیز کام کے لئے اسباب ظاہری کا استعمال ناگزیر رکھا ہے اور اپنے بنائے ہوئے قوانین پر اس کی اپنی قدرت کاملہ بھی عمل فرما ہے وہ کسی کا پابند نہیں لیکن اپنے

بنائے ہوئے اصولوں پر اس کی اپنی قدرت کاملہ بھی خود عمل کرتی ہے حضرت عیسیٰؑ کو بغیر والد کے پیدا فرمانا اس کی قدرت ہے لیکن انہیں بھی بغیر سبب کے پیدا نہیں فرمایا جبرئیل کو حکم دیا کہ وہ جا کر حضرت مریمؑ کو دم کر دیں حالانکہ توالد و تناسل کسی دم کا محتاج نہیں قانون فطرت پر عمل درآمد کا نتیجہ ہے لیکن چونکہ حضرت عیسیٰؑ کی خرق عادت پیدائش قدرت باری کے ظہور کے لئے تھی لیکن یہ ظہور دار دنیا اور دارالعمل میں ہوا جہاں اللہ کا اپنا بنایا ہوا اسباب ظاہری کا قانون جاری رکھنا مقصود تھا اس کے لئے کوئی ظاہری سبب چاہیے تھا لہٰذا حضرت جبرئیلؑ کا دم سبب بنایا گیا۔

یہ دنیا عالم اسباب ہے افراد اور اشیاء منصفہ شہود پر آتی ہیں اپنا اپنا کام کرتی ہیں اور چلی جاتی ہیں کہاں جاتی ہیں؟ یہ بڑا عجیب سوال ہے جس پر کم ہی غور کیا جاتا ہے لگتا ہے فنا پذیر کائنات ایک آبشار کی طرح گر رہی ہے کسی گہری کھائی میں کسی تاریک غار میں جو گرنے کے بعد ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ نگاہوں سے پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ آخر یہ کہاں جا رہی ہے؟ اتنے اہم سوال کا جواب آج تک نہ کوئی فلسفی دے سکا نہ سائنسدان نہ دانشور نہ نکتہ دان اس کا جواب صرف انبیاء کرام علیہ السلام نے دیا اور صرف یہی نہیں بتایا کہ کہاں جا رہی ہے بلکہ یہ بھی بتایا کہ مخلوق کہاں سے آ رہی ہے۔

سائنس بہت طاقتور علم ہے مشاہدے تجربے اور تحقیق کے ذریعے بہت مفید کام ہوتے ہیں لیکن سائنس کی تحقیق کی انتہا اسی موضوع پر رہتی ہے کہ نطفے سے بچہ کیسے بنتا ہے اس کی حیات اور اُس کے متعلقات پر بحث ہوتی ہے لیکن بچے میں روح کہاں سے آتی ہے اور پھر مرنے کے بعد روح کہاں جاتی ہے یا روح ہے کیا؟ اس کے بارے سائنس کا علم لاچار ہے۔ بلکہ ایک عرصہ تک سائنسدانوں نے روح کا انکار کیا جب سے پیوند کاری کا دور آیا ہے اور انسانی اعضاء کی پیوند کاری کی تحقیق ہوئی تو سائنس کو ماننا پڑا کہ روح ہے جب مرنے والے کی آنکھیں کسی زندہ شخص کے وجود میں پیوند کی گئیں اور اسے نظر آنے لگا تو اس سے یہ سمجھا گیا کہ کوئی چیز ہے جو مرنے والے میں نہیں رہتی تھی اور جو زندہ میں ہے اس طرح سائنس کو ماننا پڑا کہ انسان صرف جسم نہیں بلکہ روح بھی ہے لیکن اس کے بعد کے تمام سوالات کہ روحیں کہاں سے آتی ہیں؟ کیسے آتی ہیں؟ جب روح بدن میں نہیں رہتی تو کہاں جاتی ہے؟ اور آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک ہماری نظروں کے سامنے کتنے ہمارے بزرگ بھائی اور ہمارے بچے جو ہمارے بعد دنیا میں آئے اور چلے گئے وہ کہاں چلے گئے خود ہم اسی سفر پر رواں دواں ہیں ہم نے بھی اپنا بچپن گزارا لڑکپن دیکھا جوانی دیکھی بڑھاپا آ گیا ہے پہلے سارا سارا دن اور ساری ساری رات پہاڑوں پر پیدل چلا کرتے تھے کوئی شے رکاوٹ نہ بنتی تھی اب کمرے سے اُٹھ کر باہر آنا ہو تو سہارے کی ضرورت پڑتی ہے یہ کیا ہوا؟ وہی انسان ہے وہی اعضاء ہیں وہی قد رکاٹھ ہے اور اب یہی قد کاٹھ مصیبت بن رہا ہے انسان کو یہ کیا ہو جاتا ہے؟ یہ وہ باتیں ہیں جو دانشوروں' نکتہ دانوں' سائنسدانوں' محققین اور فلاسفر سب کی رسائی سے بالاتر ہے۔ انسانی تحقیقات کا دائرہ انسان کے ظاہری وجود اشیاء ظاہری کے وجود پر محیط ہے کہ کس شے میں کون کون سے عوامل کارفرما ہیں اس کی ماہیت' جمانیت' افعال ظاہری کے بارے معلومات پر بات ہوتی ہے لیکن اشیاء کو انسان کو کس نے بنایا؟ وہ کیوں مٹ گیا؟ مٹ کر کہاں چلا گیا؟ وہ کچھ بھی نہیں تھا عدم سے آیا تھا تو کیا وہ معدوم ہو گیا؟ معدوم ہو کر کہاں چلا گیا؟ اسے کون عدم سے لایا؟ کیوں لایا؟ اس کے آنے کا سبب کیا تھا؟ اگر وہ یہاں آیا تھا تو اس کو یہاں آنے کی ضرورت کیا

تھی؟ اس کا یہاں فریضہ کیا تھا؟ اور چلا گیا تو کیوں چلا گیا؟ اس سوال کا جواب آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر عیسیٰ علیہ السلام تک اپنے اپنے وقت میں ہر نبیؑ اور ہر رسولؑ نے دیا۔

نبی کریم ﷺ کے ذریعے خود ذات باری نے اس فلسفے کو یوں سمیٹا کہ تمام سوالوں کے جواب اسی ایک بات میں آ گئے کہ ذات باری نے اللہ کریم نے اپنے بارے فرمایا میں ہی خالق ہوں، میں وہ ہستی ہوں جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی، جس کی شان کی کوئی حد نہیں، جس کی قدرت کاملہ کو زوال نہیں۔ میں ہی ہر ذرے کو حیات بخش رہا ہوں، میں ہی ہر ایک کو موت دیتا ہوں میں نے اپنی ہر مخلوق کی تخلیق کا ایک مقصد رکھا ہے اور ہر ایک کی ذمہ داری لگائی ہے ہر ذرے کی ایک ذمہ داری ہے اور ہر مخلوق جب دنیا سے مٹتی ہے تو اسے میرے پاس ہی جواب دہی کے لئے حاضر ہونا ہے اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے اپنی ذمہ داری ادا کی؟ جتنی کسی کی عظمت ہے اتنی ہی اس کی ذمہ داری ہے اور کائنات میں موجود ہر تخلیق ذمہ دار بنائی گئی ہے ہوا کا ہر جھونکا ذمہ دار ہے، برسنے والی بارش کا ہر قطرہ ذمہ دار ہے، ہر تنکا ہر پھول کی ہر پتی اور شجر و حجر سب اپنی اپنی جگہ ذمہ دار ہیں لیکن یہ تمام مخلوقات با اختیار نہیں جسے جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ وہی کام کرتا ہے اس کے پاس نہ کرنے کا اختیار نہیں ہر قطرہ بارش کو وہیں پہنچنا ہے جہاں اسے پہنچنا چاہیے اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی چارہ نہیں پھر درجہ اس مخلوق کا آتا ہے جسے پسند و ناپسند کا اختیار دیا گیا ہے وہ مخلوق چار قسم کی ہے اول ملائکہ یہ نوری مخلوق ہے ان کا نہ کوئی نسب ہے نہ بھوک پیاس تھکاوٹ جیسے عارضے انہیں لاحق ہیں ان میں انکار کا مادہ بھی نہیں۔ **یفعلون مایامرون** جو حکم ملتا ہے وہ اسے بجا لاتے ہیں یہ سراپا نیکی ہیں۔ دوئم شیاطین یہ اگرچہ جنات میں سے ہیں لیکن ایک منفرد مخلوق ہیں ابلیس کے انکار کے بعد اس کے مردود ہونے اور اس کے ملعون ہونے کے بعد اس سے نیکی کی توفیق سلب ہوگئی ہے اب اُسے ہمیشہ بُرائی ہی کرنا ہے وہ نیکی کر ہی نہیں سکتا جس طرح ملائکہ غلطی نہیں کر سکتے اسی طرح یہ درست نہیں کر سکتا۔ تیری مخلوق جنات ہیں جنات کے بارے قرآن حکیم میں یہ خبر تو ملتی ہے کہ اگر وہ اللہ کی اطاعت کریں گے تو انہیں عذاب سے نجات مل جائے گی لیکن انہیں دوام نہیں اور دخول جنت کی ان کے لئے بشارت کہیں نہیں ملتی۔ جنوں کی زندگی عارضی ہے جو کفر کرے گا وہ اپنے کفر کے درجے تک جہنم میں رہے گا گناہ کی اور جرم کی سزا پائے گا لیکن جو نجات پائے گا اسے عذاب سے بچا کر معدوم کر دیا جائے گا اور جو جنات سزا یافتہ ہیں ان کی سزا بھی ایک دن ختم ہو جائے گی خواہ وہ لاکھوں صدیاں سزا پاتے رہیں ایک دن سزا ختم ہو جائے گی اور وہ معدوم کر دیئے جائیں گے اور چوتھی مخلوق ہے انسان۔

اللہ کی قدرت کا شاہکار ہے جس کے بارے میں اللہ پاک فرماتے ہیں **لقد خلقنا الانسان. فی احسن تقویم** ہم نے انسان کی تخلیق بہت بہترین انداز میں کی ہے۔ انسان اللہ کی ایسی عجیب مخلوق ہے کہ اس کا جسم مادی ہے اور روح علوی۔ انسانی وجود مادی ہے آگ مٹی ہوا اور پانی سے مل کر بنا ہے ان مادی اجزاء کے ملنے سے نفس انسانی بنا ہے اور اس مادی وجود میں روح عالم امر سے آئی ہے مادہ کثیف ترین شئے ہے اور روح لطیف ترین شے ہے۔ روح کے سبب ہی انسان کے لئے معرفت الٰہی کا حصول ممکن ہے جس کے نتیجے میں وہ بہترین اور آسودہ زندگی بسر کر سکتا ہے لیکن روح کا جوڑ مادے سے کیسے لگایا گیا؟

یہ بات سمجھنا انسانی علم سے بالاتر بات ہے اسی حقیقت کے بارے قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے **یسئلونک عن الروح قل**

الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً ○ فرما دیجیے کہ روح امر ربی میں سے ہے۔ عالم امر وہاں سے شروع ہوتا ہے جہاں مخلوق کی حد ختم ہو جاتی ہے الا لہ الخلق والامر. عالم خلق بھی اسی کا ہے اور عالم امر بھی اسی کا ہے امر صفات باری میں سے ہے جہاں تمام مخلوقات کی، عرش وفرش کی حدود ختم ہو جاتی ہیں اس کے اوپر عالم امر شروع ہو جاتا ہے چونکہ عالم امر صفات باری میں سے ہے لہٰذا اس پر نہ بڑھاپا ہے نہ کمزوری اور نہ ہی موت۔ اس میں دوام ہے اس لئے کہ جس طرح اللہ کی ذات کو دوام ہے اسی طرح اس کی صفات کو بھی دوام ہے۔

انسانی وجود تو مادی عناصر سے بنا تھا جسے بکھر جانا تھا لیکن اس میں روح داخل کر دی گئی اس کے ساتھ روح کا جوڑ لگا دیا گیا تو اس نہ ٹوٹنے والے جوڑ کے باعث خالق کائنات نے اسے بھی ہمیشگی عطا کر دی اب روح جب دنیا میں وجود کے ساتھ ہوتی ہے تو ہمیں اس کی آواز سنائی نہیں دیتی ہم اس کی کوئی بات نہیں سنتے تو پھر ہمیں کیسے پتہ چلے کہ روح کیا ہے؟ کیسی ہے؟ اس کی ضروریات کیا ہیں؟ ہمارے سامنے تو مادی بدن ہے اس کی ضروریات تو ہمیں بچپن میں والدہ سکھا دیتی ہے والدین اور بہن بھائی سکھا دیتے ہیں ذرا بڑے ہو جائیں تو سکول اور اساتذہ کتابیں اور معاشرہ سکھا دیتے ہیں پھر ہم ماہر بن جاتے ہیں ہم میں سے کوئی پروفیسر بن جاتا ہے اور کوئی محقق کوئی سائنسدان اور کوئی ڈاکٹر۔ ہم بدن کے ایک ایک ذرے کے بارے جستجو کر لیتے ہیں لیکن روح انہی ذرات بدن میں ہم سے پوشیدہ رہتی ہے اس لئے کہ دار دنیا میں براہ راست مکلف بدن ہے اور روح اس کے تابع رہتی ہے ہم اس ظاہراً نظر آنے والے وجود بدن کو بہترین غذا دے کر نرم گرم بستروں میں سلا کر اس کا علاج کر کے اسے سنبھال سنبھال کر رکھتے ہیں اور جب اس کا وقت تمام ہوتا ہے تو یہ راستہ چلتے ہوئے بکھر جاتا ہے۔ گھر بیٹھے بیٹھے موت کی نذر ہو جاتا ہے ہمارے پاس اس بات کی کوئی سند نہیں کہ یہ کس لمحے بکھر جائے گا حالانکہ ہم پوری زندگی اس کی پرورش وحفاظت میں گزار دیتے ہیں اور اس بدن کے پیچھے پوشیدہ روح کا پتہ ہی نہیں کرتے کہ اسکی پرورش اسکی حفاظت اسکی قدر و قیمت کیا ہے؟ اور ہمیں روح کے بارے بتا بھی کون سکتا ہے؟ اس سارے نظام پر غور کیا جائے تو ایک بہت بڑا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اتنا پیچیدہ نازک اور وسیع نظام ہے کہ ایک ذرا دوسرے ذرے سے جڑا ہوا ہے اور اتنا مضبوط جوڑ ہے جسے الگ کرنا ممکن نہیں تو اس سب کا خالق کون ہے اس کا سنبھالنے والا کون ہے؟ ان حقائق کا جواب اللہ کریم نے اپنے محبوب نبی کریم ﷺ کے ذریعے دیا کہ ان حقیقتوں کو جاننا چاہتے ہو تو جان لو کہ وہ میں ہوں جس نے اپنا رسول مبعوث فرمایا ھو الذی ارسل رسولہ. قرآن حکیم میں جابجا اللہ کریم نے اپنے احسانات اپنی نعمتوں کا تذکرہ فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا جس نے تمہارے لئے نعمتیں پیدا کیں لیکن اس آیت مبارکہ میں اللہ نے اپنی ذات کا تعارف کروایا ہے اور جب سوال اس کی ذات کا ہوا کہ کائنات کا، روح کا خالق کون ہے؟ آخر وہ ہستی کون ہے جس نے اتنا بڑا نظام ترتیب دیا اور اسے چلا رہا ہے اور جس کی ایک کڑی ہم ہیں ہماری چہل پہل کیا ہے؟ ہمارے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے؟ فرمایا جاننا چاہتے ہو تو جان لو وہ ذات میں ہوں جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا یعنی چوتھی قسم کی جو مخلوق ہے اس کی یہ خصوصیت ہے کہ صرف وہ یہ سوال کرنے کی استعداد سے نوازی گئی ہے کہ اس کائنات کا بنانے والا کون ہے؟ اس خصوصیت کی وجہ سے وہ مخلوق ساری کائنات سے بڑھ گئی ہے ورنہ یہ سوال کوئی دوسری

مخلوق نہیں کر سکتی' اسکی جرائت ہی کسی میں نہیں' یہ سوچ ہی کسی کو نہیں دی گئی ایسی استعداد ہی کسی اور مخلوق میں نہیں ہے۔ نہ جنات میں نہ فرشتوں میں حتیٰ کہ حاملین عرش فرشتے بھی حکم کی تعمیل کرتے ہیں یہ سوال نہیں کر سکتے کہ حاکم کون ہے؟ کہاں ہے؟ کیسا ہے؟ کوئی بھی ایسا سوچ ہی نہیں سکتا سوائے انسان کے صرف انسان کو یہ استعداد بخشی گئی ہے اور جتنی یہ بات فضیلت کی حامل ہے اتنی ہی بڑی ذمہ داری بھی ہے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں کہ انہوں نے یہ امانت کسی مخلوق سے چھپا کر انسان کو نہیں دی۔ ایسا نہیں کیا کہ دوسری مخلوق کو کانوں کان خبر نہ ہو اور انسان کو یہ خصوصیت دے دی جائے بلکہ اللہ نے یہ امانت زمینوں' آسمانوں' پہاڑوں' سمندروں دریاؤں تک ہر چیز کی سب کو دعوت دی کہ اسے قبول کر لو سب نے عرض کی کہ وہ یہ بوجھ برداشت نہیں کر سکتے انسان نے سینہ ٹھونکا اور کہا کہ اُسے قبول ہے اس کے اس فیصلے کے انداز پر قرآن حکیم میں مذکور ہے کہ انہ' کان ظلوماً جھولاً (الاحزاب آیت ۷۲) اس آیت مبارکہ میں انسان کو ان معنوں میں جاہل کہا گیا ہے کہ وہ جانتا نہیں لیکن جاننے کا مدعی بھی ہے ورنہ عرف عام میں جاہل سے مراد ان پڑھ لیا جاتا ہے درحقیقت جاہل وہ ہے جو اس بات کے جاننے کا دعویٰ کرے جو وہ نہیں جانتا۔ فرمایا کہ انسان میں جہالت بھی ہے کہ جو نہیں جانتا اس کے جاننے کا بھی مدعی ہوتا ہے اور جلد باز بھی ہے۔ جلدی میں کام غلط بھی کر جاتا ہے ظلوماً سے مراد ہے جو نہ کرنا چاہیے وہ بھی کر جاتا ہے سو اپنی جلد بازی اور اپنے زعم میں کہ وہ جانتا ہے اس نے سینہ ٹھونکا اور کہا اللہ مجھے دے دیں اور اللہ فرماتے ہیں میں نے اسے عطا کر دیا اور انسان کو بار امانت مل گیا اس نے معرفت باری جیسی نعمت کو پالیا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس بندے کے اندر یہ سوچ بیدار ہی نہیں ہوتی کہ وہ کون ہے جس نے اسے پیدا کیا ہے وہ کہاں سے آیا ہے کہاں جا رہا ہے اس کا مطلب ہے ایسا شخص انسانی درجے کو پہنچا ہی نہیں وہ جانوروں کی طرح غذا آرام تو الدو تناسل اور بیماری وموت کے مراحل تک ہی رہا۔ انسانی نسل میں ہونے کے باوجود انسانی ذمہ داریوں کا مکلّف ہونے کے باوجود اس نے انسانیت میں قدم ہی نہیں رکھا کہ جس کا قدم انسانیت میں آئے گا اس کا پہلا سوال یہ ہوگا کہ اس کا بنانے والا کون ہے؟ کہاں ہے؟ جن انسانوں کے اندر یہ سوال اٹھا اُن کے لئے اللہ نے جواب عطا فرما دیا کہ میں ہی وہ ذات ہوں اور تمہارے سارے سوالوں کا جواب ایک ہے محمد رسول اللہ ﷺ جو پوچھنا چاہتے ہیں ان ﷺ سے پوچھ لو! کائنات کیسے بنی؟ کیوں بنی؟ ذرے کا ذرے سے کیا تعلق؟ وجود کے حقائق معلوم کرنا چاہو یا روح کے ان سب سوالوں کا ایک جواب ہے اور وہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ۔ اللہ کی ذات سے آشنائی صرف محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعے ممکن ہے۔ خالق و مالک کون ہے؟ کیسا ہے؟ کہاں ہے؟ انسان کی کیا ہستی ہے؟ اسکی ذمہ داری کیا ہے؟ مخلوق کہاں سے آ رہی ہے کہاں جا رہی ہے ہر سوال کا جواب صرف محمد رسول اللہ ﷺ سے مل سکتا ہے۔ آپ ﷺ کی بعثت عالی سے پہلے جن سوالوں کے جواب دینے کے لئے حکماء و دانشور فلسفی اور محقق سر پکڑ کر رہ گئے اُن کا جواب آپ ﷺ نے دو جملوں میں ایسا دیا جو مکمل ترین ہے اور مختصر ترین اور نہایت آسان۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ.

جو نکتہ وروں سے حل نہ ہوا اور فلسفیوں سے کھل نہ سکا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

یہ بنی آدم کے لئے اساس ہے لیکن بنی آدم میں سے انسان کے درجے پر وہی پہنچا جسے اسلام نصیب ہوا اور جسے نور ایمان نصیب

نہیں ہوا ان کے بارے فرمایا۔ اولئک کالانعام یہ تو چوپایوں کی طرح ہیں بل ھم اضل بلکہ ان سے بھی گئے گزرے (الاعراف ۱۷۹) کہ جانوروں کو تو معرفت الٰہی کی استعداد ہی نہیں ملی تھی اور یہ فطرتاً اس استعداد سے نوازے گئے اور پھر بھی جانوروں کی سطح پر زندگی بسر کر کے چلے گئے۔ انسانیت میں تو وہی شمار ہوتا ہے جسے نور ایمان نصیب ہوتا ہے نور ایمان کیا ہے؟ محمد رسول اللہ ﷺ سے تعلق بنانے سے ہی ہے۔

یہ قوموں کی تاریخ ہے کہ جب اقوام زوال پذیر ہوتی ہیں تو اپنے اصل مقام کو چھوڑ کر اس کے نزدیک نزدیک منازل بنالیتی ہیں اور یہی ان کے زوال کی علامت ہے۔ اللہ کریم نے ہمیں اپنی منزل توحید باری تعالیٰ بتائی ہے اور اپنا تعارف اپنی ذات تک پہنچنے کا ذریعہ بعثت رسالت بتایا ہے۔ سو ہماری منزل ہے محمد رسول اللہ ﷺ ہماری منزل ہے بعثت رسالت۔ ہمارے تمام سوالوں کا جواب بعثت رسالت میں ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (النساء آیت ۸۰) کہ تم پیروی وغلامی کر لو محمد رسول اللہ ﷺ کی تو تم نے اللہ کی اطاعت کا حق ادا کر دیا۔

جب توحید باری کو عملاً ثابت کرنا ہو تو بندے کو باوجود اختیار حاصل ہونے کے اسے وہ راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے جس پر نقوش کف پائے محمد رسول ﷺ ہوں تو مسلمان کی کامیابی اپنی پسند سے دستبردار ہو کر محمد رسول اللہ ﷺ کی پسند میں ڈھل جانا ہے مسلمان کی منزل یہ ہے کہ لیکن ہماری مسلمانی میں یہ ہمت اور حوصلہ نہیں رہا ہم نے کہا ہم کلمہ گو ہیں کلمے کو ماننے والے ہیں لیکن عملاً ہم نے وہ کھانا ہے جسے حضور ﷺ نے حرام کیا ہے اور جسے حضور ﷺ نے حلال کیا ہے وہ ہم سے ہو نہیں سکتا اور ہم تو اب اللہ کے آگے سجدے دینے سے بھی محروم ہو گئے۔

اللہ کے نبیوں کی تو شان ہی بہت بلند ہے اللہ کے سارے نبیؑ سارے رسول تمام اولوالعزم پیغمبر علیہ السلام سب اللہ کے مقرب تھے ہر نبی کمال معرفت لیکر مبعوث ہوا اور اللہ کی مخلوق میں معرفت الٰہی بانٹتا رہا۔ نبیؑ کی شان تو جدا ہے نبیؑ پر ایمان لانے والے کی نبی کریم ﷺ کے صحابی کی اتنی عظمت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک صحابی مٹھی بھر جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور غیر صحابی اللہ کی راہ میں اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرتا ہے تو عنداللہ صحابی کے مٹھی بھر جو کا اجر زیادہ ہے اس لئے کہ صحابی کا خلوص، اس کا اللہ کے ساتھ تعلق، اس میں اطاعت الٰہی کا جو جذبہ ہے وہ غیر صحابی میں ہو نہیں سکتا۔ اگر نبی کریم ﷺ کے صحابی کا یہ مقام ہے تو انبیاء کرامؑ کا مقام کیا ہوگا؟

حضور نبی کریم ﷺ کی تو شان یہ ہے کہ وما ارسلنک الا رحمته للعالمین (الانبیاء ۱۰۷) کہ آپ ﷺ تمام عالمین کے لئے رحمت ہیں اور عالمین میں سارے انبیاء اور سارے رُسل علیہم السلام شامل ہیں حضور ﷺ سب کے لئے رحمت باری ہیں تمام انبیاء کو اپنے اپنے زمانوں میں اللہ کی رحمت بطفیل محمد رسول اللہ ﷺ ہی ملتی رہی لیکن اپنے مبارک وجودوں کے ساتھ اس دارفانی میں انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کا اتباع کرنے کا موقع نہ پایا وہ تو اپنے وقت پر آئے اور چلے گئے اور حضور ﷺ کا اتباع اللہ کی اتنی بڑی نعمت تھی کہ اللہ نے اپنے پیاروں کو اپنے نبیوں اور رسولوںؑ کو شب معراج یہ موقع عطا فرما دیا۔ شب معراج آدمؑ سے لیکر عیسیٰؑ تک تمام انبیاء ورسل کی مقدس جماعت کو اللہ کریم نبی کریم ﷺ کی صحبت عالی سے فیض یاب کرنے کے لئے برزخ سے بیت المقدس لے آئے اُن سب ہستیوں کو جو اپنے اپنے وقت میں اللہ کی معرفت بانٹتے اور مخلوق کو ہدایت پہنچانے کا کام کرتے رہتے ہیں اللہ کے

بندوں کو واصل باللہ کرنے کے لئے کوئی شہید ہو کر اپنی منزل پر پہنچا اور کسی کو کسی اور طرح سے دار بقاء کو سدھارنا ہوا اُن سب کو وہاں سے واپس لوٹایا گیا کہ دو رکعت ہی سہی لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں صلوۃ ادا کرلیں۔ حضور ﷺ کے اتباع میں سجدہ وہ نعمت ہے جو ہمیں قیامت تک کے لئے نصیب ہے لیکن ہم سے وہ سجدہ نہیں ہوتا ہم اسکی پرواہ نہیں کرتے یہ سجدہ ہمارے لئے بوجھ بن گیا ہے۔

جس ہستی کا ایک ایک عمل طرز عبادت' طرز حیات ہو' جس کا رکوع وسجود اتنا عظیم ہو کہ انبیاء ورسل' مقبولان بارگاہ الٰہی' وہ اولوالعزم رسول جو اللہ سے ہمکلام ہوتے تھے وہ رسولؑ جن کے لئے تجلیات باری نازل ہوتی تھیں وہ رسولؑ جن کی ایک بددعا سے اللہ نے پوری قوم غرق کردی' وہ رسولؑ جن کی مدد کو فرشتے نازل ہوئے وہ نبی جو اللہ کے مقرب تھے وہ جو جہان میں اللہ کا نور بانٹتے تھے انہیں بھی یہ ضرورت پیش آئی کہ دو رکعت ہی سہی حضور نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں صلوۃ ادا کرنا نصیب ہوا۔ یہ اُن کی زندگی کا وہ حسین تمغہ ہے جو اللہ نے انہیں عطا فرمایا کہ میدان حشر میں اُن علیہم السلام کے پاس بھی اتباع محمد الرسول اللہ ﷺ کا تمغہ ہونا چاہیے۔

ہمارے لئے ساری زندگی کے لئے اتباع رسول اللہ ﷺ کا راستہ کھلا پڑا ہے لیکن یہ ہم پر بوجھ بن گیا ہے جس شخص کو ہیروں کی نہ پہچان ہو نہ قدر اسے ہیرے لدوا دیں تو ہیرے ہی اس کے لئے بوجھ بن جاتے ہیں اس کے لئے تو برابر ہے کہ اس پر ایک من ہیرے لدے ہوں یا ایک من پتھر وہ انہیں بوجھ سمجھ کر ہی ڈھورہا ہوتا ہے اور جو جانتا ہے کہ ہیرا کیا ہے اسے آپ ایک چھوٹا سا ہیرے کا ٹکڑا ہی دے دیں تو اس کا چہرہ کھل اٹھتا ہے۔ بات جاننے کی ہے جو جانتے ہیں وہ آپ ﷺ کی ایک ایک حرکت وسکون پر نچھاور ہوتے ہیں اس راستے میں جان دینی پڑے تو بھی وہ سمجھتے ہیں کہ یہ سودا سستا ہے۔

ہم پر بھی جب زوال آیا تو وجہ یہی ہے کہ ہم نے بعثت عالی کی بات کرنا چھوڑ دی ہے کہ اس کا تذکرہ کرنے سے حضور ﷺ کا اتباع کرنا پڑتا ہے۔ جس نعمت کی تقسیم کے لئے انبیاء ورسل کو برزخ سے دار دنیا میں لایا گیا وہ نعمت' اتباع محمد الرسول اللہ کی نعمت ہمارے لئے بوجھ بن گئی ہے اور ہم صرف ولادت باسعادت ہی کی بات پر خود کو روک لیتے ہیں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت پر بات کرنا اچھی بات ہے آپ ﷺ کا ہر تذکرہ عبادت ہے لیکن کیا ولادت باسعادت کی خوشی صرف مسلمانوں کے لئے ہے؟ حضور ﷺ تو رحمتہ اللعالمین ہیں۔ عالمین میں اللہ کے علاوہ ساری کائنات شامل ہے بعثت عالی سے پہلے تمام زمانوں کو تمام تخلیقات باری کو جو زندگی ملی' شعور ملا سورج' ہوا' پانی' آسمانوں' زمینوں' چاند ستاروں کو آسمانی وزمینی مخلوقات کو عرش وکرسی کو جو جو ملا وہ سب رحمت الٰہی ہے اور اللہ نے اپنی تمام رحمتوں کو مجسم کردیا بصورت محمد الرسول اللہ ﷺ گویا تمام مخلوق کے درمیان کی کڑی ہیں محمد الرسول اللہ ﷺ یہ مادی نعمتیں تو حضور ﷺ کی ولادت سے پہلے بھی کائنات کو حضور ﷺ کے وسیلے ہی سے ملیں اور جب حضور ﷺ دنیا میں جلوہ افروز ہوئے تو جہان نے بے شمار نعمتیں پائیں جن میں سے چند یہ ہیں کہ اجتماعی عذاب ختم ہوگئے' لوگوں کی صورتیں مسخ ہونا بند ہوگئیں جہاں جہاں حضور ﷺ قدم رکھتے وہ جگہ گلزار ہوجاتی' جس گھر میں قدم رکھتے وہ بابرکت ہوجاتا' جس جانور پر سوار ہوتے وہ تیز رفتار ہوجاتا اور یہ سارے فوائد ان لوگوں کو بھی حاصل ہوئے جنہوں نے اسلام کا کلمہ نہیں پڑھا مادی فوائد تو ساری مادی کائنات کو نصیب ہوئے لیکن جو فائدہ بندہ مومن کو ہوا وہ غیر مومن کو نہیں ہوا ولادت باسعادت سے

برکتیں حاصل کرنے کا رشتہ تو ہر تخلیق باری کا ہے مومن کا رشتہ بعثت عالی سے ہے ولادت باسعادت ہر بنی آدم، جنات، فرشتوں، زمین کے ذرات، پانی کے قطرات اور ہوا کے جھونکوں کو بھی منانی چاہیے کہ وہ اسی رشتے سے متعلق ہیں ہم اتنے نیچے کیوں آ جائیں کہ جہاں مومن وغیر مومن کی تمیز کے بغیر فوائد حاصل ہوتے ہوں وہیں رک جائیں ہم حضور ﷺ سے وہ رشتہ کیوں نہ بنائیں جس کے ذریعے معرفت الٰہی نصیب ہو جہاں جمال باری بھی سامنے ہو اور جمال مصطفوی بھی سامنے ہو۔ یہ ہے بندہ مومن کا مقام کہ وہ بعثت عالی سے رشتہ رکھے۔

عمر مبارک چالیس برس ہوئی تو آپ ﷺ مبعوث ہوئے گویا ولادت مبارکہ بھی ربیع الاول میں ہوئی علماء لکھتے ہیں کہ جب عمر مبارک چالیس برس ہوگئی تو جبرائیل امینؑ نے آپؐ کو یہ خوش خبری دی کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں آپ اس بشارت کے ساتھ ربیع الاول میں مبعوث ہوگئے۔ پھر اسی اثناء سال چند ماہ بعد رمضان المبارک میں نزول وحی کی ابتداء ہوئی۔ بعثت عالی اور نزول قرآن میں چند ماہ کا فرق ہے لیکن ربیع الاول ہو یا رمضان المبارک بندہ مومن کا رشتہ نبی کریم ﷺ سے کس وجہ سے ہے؟ بندہ مومن کا رشتہ احکام الٰہی کی فرمانبرداری سے جڑتا ہے اور احکام الٰہی ولادت شریفہ کے ساتھ نہیں آئے۔ بعثت عالی کے ساتھ آئے ولادت باسعادت سے تو کائنات کے ہر ذرے کا رشتہ ہے اور یہ عمومی تعلق ہے اور بندہ مومن کا اپنے نبی ﷺ سے بعثت کا رشتہ ہے اور یہ خصوصی تعلق ہے تو ہم اپنا منصب چھوڑ کر اپنے مقام کو چھوڑ کر اس عموم پر کیوں رہیں؟ جہاں غیر مسلم بھی کھڑا ہے کافر و مشرک بھی کھڑا ہے اور ہر ناشکرا بھی کھڑا ہے کہ نہ ماننے والوں کے پاس بھی دولت واقتدار صحت وحیات اولاد اور تمام دنیوی نعمتیں ہیں جو ولادت باسعادت کی برکات کا حصہ ہیں اور مادی نعمتوں کی تقسیم میں بھی ذات باری اور مخلوق میں واحد واسطہ ہیں محمد الرسول اللہ ﷺ اگلوں کو بھی اسی واسطے سے مادی نعمتیں ملیں اور پچھلوں کو بھی اسی واسطے سے ملتی ہیں لیکن معرفت باری کے حصول کے لئے، اللہ سے آشنائی کیلئے، اللہ کی خلوص کے ساتھ محبت کے ساتھ اطاعت کرنے کے لئے ذات باری اور بندہ مومن کے درمیان کا تعلق حضور ﷺ کی بعثت عالی کا ہے۔ یہ وہ مقام رفیع ہے کہ یہ مل جائے تو بندہ دنیا وآخرت کی ہر نعمت کو ہیچ سمجھتا ہے۔

میرا یہ پیغام ہے کہ اس مقام کو سمجھو، اسے اپناؤ اور لوگوں کو بعثت عالی سے بننے والے تعلق سے آگاہ کرو۔ اس بات کی وضاحت کرو کہ اس رشتے کے کچھ تقاضے ہیں کچھ آداب ہیں۔

بعثت کی بات ہو تو لازماً احکام الٰہی کی بات ہوگی حضور ﷺ نے مبعوث ہو کر تمام انسانیت کے سوالوں کے جواب عطا فرما دیئے بتا دیا کہ اس وسیع وعریض نظام کائنات کو چلانے والا کون ہے؟ موت وحیات کا مقصد کیا ہے؟ دنیا میں خوبصورت آسودہ قلب ہو کر زندگی کیسے گزاری جا سکتی ہے؟ محشر میں سرخرو ہونے کا طریقہ وسلیقہ کیا ہے؟ حیات ابدی کو پانے کا راستہ کون سا ہے؟ بعثت عالی سے بندہ مومن کا رشتہ ان باتوں سے بنتا ہے اس میں حدود کی پاسداری کرنا ہوتی ہے اور ولادت باسعادت سے چونکہ مومن وغیر مومن مستفید ہوتے ہیں لہٰذا ولادت شریفہ کے تذکرے میں کوئی نظم وضبط کی بات نہیں کسی پابندی کا، امر و نہی کا، حلال وحرام کا تذکرہ نہیں ہوتا ذرا سوچیئے! کیا ولادت باسعادت سے لیکر بعثت عالی تک چالیس برسوں میں حضور ﷺ کے ساتھ رہنے والوں ملنے جلنے والوں میں سے کوئی صحابی بنا؟ کسی کو ذات باری سے آشنائی ہوئی، قرآن کی خبر ہوئی؟ کسی کو آخرت کے حساب کتاب کا پتہ چلا؟ کسی کو اللہ کی پسند

وناپسند کی اطلاع ہوئی ؟ گناہ وثواب کا پتہ چلا؟
یہ سب تو تب پتہ چلا جب حضور ﷺ مبعوث ہوئے اور جب مبعوث ہوئے تو ایک نگاہ پاک پانے والا صحابی بن گیا اور قرآن حکیم خبر دیتا ہے کہ ان کے وجود اور قلوب تک ہر ذرہ ذاکر ہو گیا ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ۔ (سورۃ الزمر آیت ۲۳) جلد سے لیکر نہاں خانہ دل تک ہر شئے ذاکر ہوگئی ہے آج سائنس اس بات پر پہنچی ہے کہ انسان کے وجود میں اڑھائی کھرب سیل ہوتے ہیں جنکی مدت عمر چھ ماہ ہے ہر سیل اپنی جگہ دوسرا بنا کر ختم ہو جاتا ہے یعنی ایک سال میں بندہ دوگنا ہو جاتا ہے اگر کوئی ۸۰ سال زندہ رہتا ہے تو 160 گنا اس کا وجود گزر چکا ہوتا ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی ایک نگاہ پاک سے یہ اڑھائی کھرب سیل منور ہو گئے اور ہر سیل اللہ کے نام سے ذاکر ہو گیا یہ رتبہ صحابی کو کیسے ملا؟ صرف آپ ﷺ کی ایک نگاہ مبارک سے ملا لیکن کب؟ ولادت کے بعد ہی ملنا شروع ہو گیا؟ یا بعثت عالی کے ساتھ عطا ہوا؟ اس کا تعلق بعثت عالی سے ہے اور بعثت عالی سے پہلے ساتھ رہنے والوں کو کیوں نہ ملا؟ ہم مسلمان کیوں کہتے ہیں کہ سب سے پہلی خاتون خدیجۃ الکبریٰ ہیں اُن کی تو عمر شریف آپ ﷺ کے ساتھ بسر ہو گئی تھی مردوں میں پہلے مسلمان حضرت ابوبکر صدیق ہیں جبکہ وہ حضور ﷺ کے بچپن کے دوست تھے بچوں میں پہلے مسلمان حضرت علیؓ ہیں اُن کا تو بچپن آپ ﷺ کے سایہ عافیت میں گزرا تو یہ سب لوگ بعثت سے پہلے کے ساتھ رہے ہیں انہیں کیوں کہتے ہیں کہ یہ بعثت کے بعد پہلے پہلے مسلمان ہیں؟ اس لئے کہ بعثت کے ساتھ ہی اسلام شروع ہوا یہ سارے تب مسلمان ہوئے جب حضور ﷺ مبعوث ہوئے۔ بعثت ہی وہ کمال ہے جو بندے کو اللہ سے آشنا کرواتا ہے۔ اور یہ تمام کمالات آپ ﷺ کی بعثت کے ساتھ ہیں اسی لئے بندہ مومن کا حضور ﷺ سے تعلق خاص ہے جو بعثت عالی کے سبب ہے اور ساری کائنات کا حضور ﷺ سے عمومی تعلق ہے۔ ساری کائنات کو وجود سے پرورش تک جو تمام نعمتیں مل رہی ہیں ان میں کائنات اور اللہ کے درمیان واسطہ ہیں محمد الرسول اللہ ﷺ اللہ کی ہر عطا رحمت ہے اور آپ ﷺ رحمت مجسم ہیں یہی فرمایا گیا قرآن حکیم میں وما ارسلنک الا رحمته للعالمین (الانبیاء آیت ۱۰۷)

کیا بندہ مومن کو زیب دیتا ہے کہ وہ اپنا خصوصی تعلق چھوڑ کر عمومی تعلق کے درجے پر کھڑا ہو جائے جہاں ہر ناشکرا کافر مشرک اللہ کی رحمتوں سے حصہ پانے کے لئے کھڑا ہے۔

ہمارے بچپن میں میلاد النبی ﷺ کے جلسے ہوتے تھے لیکن اُن کا انتظام مساجد میں کیا جاتا تھا اور مقرر عالم ہوتے تھے۔ پھر جلسوں کے بجائے جلوس شروع ہو گئے مساجد میں جو جلسے ہوتے تھے اُن میں ادب واحترام ملحوظ خاطر رکھا جاتا تھا کوئی باوضو نہ بھی ہو تو بھی بات تہذیب سے کرتا تھا سگریٹ نہیں سلگاتا تھا کھانسنے تک سے پرہیز کرتا تھا محفل کا ادب اور مسجد کا احترام ملحوظ رکھا جاتا تھا جلوس میں بہت آسانی ہے لوگوں نے جوتے بھی پہن رکھے ہیں سگریٹ بھی سلگا رکھے ہیں ہر کوئی محفل کے ادب سے عاری ہے نعرے لگ رہے ہیں شور وغل برپا ہے اور طوفان بدتمیزی جاری ہے۔ پھر جشن میلاد النبی شروع ہوا جشن کا مطلب ہے جس طرح کوئی چاہے اظہار خوشی کرے اس پر کسی طرح کی کوئی پابندی نہیں۔ حضور ﷺ کے نام پر یہ گستاخانہ جشن خلاف شریعت اور آوارگی کی حدود کو پھلانگنے کی جسارتیں ہیں اور اب بات نقلیں بنانے تک نہیں رہی بلکہ بہت آگے بڑھ گئی ہے ریڑھوں پر چند کرسیاں رکھی جاتی ہیں اور بظاہر وہ خالی ہوتی ہیں بلکہ عقیدہ یہ رکھا جاتا ہے کہ ان پر حضور ﷺ خلفائے راشدین کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔ کیا انہی باتوں کے

لئے حضورﷺ مبعوث ہوئے؟ اور ایسی خرافات کو رواج دینے والے آپﷺ کی بعثت کا تذکرہ تک نہیں کرتے نام تک نہیں لیتے کہ بعثت کی بات آئے گی تو بات اطاعت الٰہی کی ہوگی بعثت کی بات ہوگی تو رخ اطاعت الٰہی اور اطاعت رسولﷺ کی طرف مڑ جائے گا یہ سیکھنا پڑے گا کہ حضورﷺ نے مبعوث ہو کر کیا فرمایا؟ کیا کرنے کا حکم دیا؟ کس بات سے روکنے کا حکم دیا؟

نادانو! بعثت کی بات کرو گے تو تمہارے سامنے جمال باری ہویدا ہو جائے گا کیوں احکام الٰہی سے ڈر کر ادھر اُدھر بھٹکتے ہو؟ اللہ کے احکام بندوں کے لئے رحمت ابدی کا پیغام ہیں ان احکام کو زرداری کے احکام نہ سمجھو جو صرف مصیبت ہیں وزیر اعظم گیلانی کے احکام کی طرح ہیں نہ گورنر پنجاب کے احکام کی مانند ہیں اللہ کے احکام بندوں کے لئے راحت کا سبب ہیں۔ ہم احکام کے لفظ سے ہی ڈر جاتے ہیں کہ ہم نے انہی دنیاوی حاکموں کے احکام کو دیکھا ہے جن کا ہر حکم ایک نئی مصیبت ہوتا ہے اللہ کے احکام تو نوید مسرت ہوتے ہیں۔ اُردو کا دامن اتنا تنگ ہے کہ وہ عربی لفظ کے معنوں کو سمو نہیں سکتا۔ اُردو میں الفاظ ایک جیسے ہوتے ہیں لیکن معنی میں بے حد فرق ہوتا ہے۔

کار ِپا کاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ باشد در نوشتن شیر و شِیر

لکھنے میں شیر اور شِیر ایک جیسے ہیں جبکہ ایک کا معنی خونخوار جانور اور دوسرے کا معنی دودھ ہے اسی طرح حکم الٰہی نعمت ہے اللہ کے احکام بندہ مومن کو بتاتے ہیں کہ وہ کس طرح اللہ کے قریب آ سکتا ہے جبکہ مخلوق جب دوسری مخلوق کو حکم دیتی ہے تو اس کے حکم سے مراد یہ ہوتی ہے کہ رعیت کے لوگ کس طرح مجبور و بے بس ہو کر اس کے تابع رہ سکیں اور جو حکم اللہ اور اللہ کے رسولﷺ کا ہوتا ہے اس کا مفہوم ہوتا ہے کہ کس طرح اللہ کے بندے اس کے جمال جہاں آراء سے سیراب ہو سکیں اور کس طرح اللہ کو پہچان کر اس کے مزید قریب میں آ سکیں۔ لفظ حکم تو دونوں جگہ استعمال ہوتا ہے لیکن دونوں کے مفہوم میں بہت فاصلہ ہے لہٰذا اس بات سے نہ ڈرو کہ بعثت کی بات ہوگی تو حکم الٰہی کی بات ہوگی یہی تو چاہیے یہی تو مقصد حیات ہے اور یہ خزانہ صرف ایک ہی در سے مل سکتا ہے اور وہ ہے محمد رسول اللہﷺ۔

اللہ نے بعثت محمد الرسول اللہﷺ کی صورت میں اپنے بندوں کے لئے در رحمت ہمیشہ کے لئے کھول دیا اتنا اہتمام اس لئے فرمایا کہ اللہ کے بندوں کو اللہ نے جو عارضی اختیار دیا تھا اس کے غلط استعمال کے باعث انہوں نے غلط فیصلے کر لئے اور اللہ سے دور ہو گئے اللہ نے چاہا کہ وہ اپنے گناہگار بندوں کو بچائے یہ اللہ کی رحمت کا تقاضا تھا کہ وہ اپنے بندوں کو بچاتا سو اس نے محمد الرسولﷺ کو مبعوث کر دیا۔

وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار لوگو! تم دوزخ کے کناروں پر چل رہے تھے تمہارے اور دوزخ کے درمیان یہ حیات مستعار تھی جس کا دم نکلتا وہ دوزخ میں جا گرتا فانقذکم منھا میں نے رحمۃ اللعالمین کو مبعوث فرما کر تمہیں وہاں سے اچک لیا یہ ہے اللہ کا حکم کہ دوزخ میں گرنے والوں کو وہاں سے اُٹھا دے اور مشتاقان دید کی قطار میں کھڑا کر دے اب اس ذات کے حکم سے ڈرنے اور بھاگنے کی کوئی وجہ ہے؟ یار لوگوں نے اس طرف سے قوم کی توجہ ہی پھیر دی مقررین کو بھی آج کل لاکھوں میں اجرت ملتی ہے نعت خوانوں پر بھی پیسوں کی بارش ہوتی ہے جیسے پہلے زمانے میں گانا بجانا کرنے والوں پر پیسے نچھاور کئے جاتے تھے اب نعت خوانوں پر برسائے جاتے ہیں مقرروں کو دولت ملتی ہے جہازوں کے ٹکٹ ملتے

ہیں اعلیٰ کھانے ملتے ہیں اگر ولادت نبوی کی تقریروں سے بھی دولت دنیا ہی ملنی ہے تو پھر یہ دولت دنیا جہازوں کے ٹکٹ اعلیٰ کھانے سب کچھ کافروں کے پاس بھی بے شمار ہیں پھر مسلمان ہونے کا تکلف کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اسلام سے بھی چند سکے اور چند تعیّشات ہی لینے ہیں تو پھر اس تکلف کی کیا ضرورت ہے؟ مسلمانی تو کھیل نہیں ہے یہاں تو زندگی اپنی پسند کے بجائے اللہ کی پسند سے گزرتی ہے کمانا کیسے ہے؟ کھانا کیسے ہے؟ اس میں تو اپنی زندگی پر سے اپنا اختیار ہی اُٹھ جاتا ہے اس پر تو حضورﷺ کی شریعت کی پابندی ہوتی ہے اس میں من مانی کرنے کا مطلب ہے حیوانی زندگی گزارنا کہ جہاں سے جی چاہے کھالیا جیسے جی چاہا زندگی بسر کی اس حیوانی زندگی کا انجام کیا ہوگا؟ وہی ہوگا جو قرآن نے بتایا ہے اسلام تو حضورﷺ سے پوچھ پوچھ کر زندگی گزارنے کا نام ہے اور جو آپﷺ سے پوچھے بغیر زندگی گزارتے ہیں وہ اللہ سے دور رہتے ہیں جو اللہ سے دور ہیں وہ ایمان سے دور ہیں ذرا ان کے مرنے کے بعد کے منظر اور تصویریں دیکھو قرآن پوری تصویریں دکھاتا ہے۔ قرآن کی آنکھ سے دیکھو۔ جو قبر میں رکھ دیتے ہیں یا میت کو جلا دیتے ہیں اُن سے کیا سوال جواب ہوتے ہیں؟ اور جو اتباع رسالت میں جان دیتے ہیں اُن کا استقبال کس طرح ہوتا ہے وہ اس فرمانبرداری کی زندگی کا اجر کیسے پاتے ہیں لیکن قرآن سے رہنمائی بھی متعلق ہے بعثت محمد الرسول اللہﷺ سے لوگوں کو بتاؤ کہ بعثت عالی کے بعد جسے ایک نگاہ ملی اس کے جسم کے ساڑھے اڑھائی کھرب سیل روشن ہو گئے اور جتنے سیل اس کے جسم سے مٹ گئے وہ سب حساب کتاب کے وقت اکٹھے کر کے حساب ہوگا ہر سیل جتنا عرصہ زندہ رہا جسم میں رہا جسم نے نیکی کی تو اسے اس نیکی کا اجر ملے گا اور گناہ کیا تو اس گناہ کی سزا ملے گی اتنا باریک حساب ہے کہ ہر سیل نے جتنی اسکی شراکت ہے اتنا حصہ پانا ہے ثواب سے پانا ہے یا عذاب سے پانا ہے اس ضمن میں ایک حدیث مبارک ملتی ہے جس کا مفہوم ہے کہ جہنم میں کافر کی ایک داڑھ پہاڑ کے برابر ہوگی اس وقت اسکی سمجھ نہیں آتی تھی لیکن مانتے تھے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے لیکن سائنس نے اب سمجھا دیا کہ فطرت کا نظام ایسا ہے کہ جب سارے سیل جمع ہوں گے تو ہر وجود اتنا ہی بڑا ہوگا نیکی کرنے والوں کو اتنے بڑے وجود کا فائدہ ہوگا اور برائی کرنے والوں کے لئے اس قدر عذاب جمع ہوگا لیکن ان حقائق اخروی سے آشنا ہونے کے لئے بعثت رسالتؐ سے رشتہ ضروری ہے تو اے حاضرین وسامعین! ان بھٹکے ہوئے لوگوں کو جنہیں یہ سبق بھول چکا ہے انہیں یاد دلاؤ کہ ساری نعمتیں قرب الٰہی اور وصال الٰہی محمد الرسول اللہﷺ کی بعثت سے ملا اور بعثت کے تعلق سے ملتا ہے۔ ہم اللہ کے بھٹکے ہوئے بندوں کو یہ سبق یاد دلانے کے مکلّف ہیں یہ ہماری ذمہ داری ہے یہ سبق خود یاد کرواور دوسروں کو کرواؤ اب یہ سبق منبر پر سے بھی پڑھانے والا کوئی نہیں رہا یہ دکانیں اجڑ گئی ہیں نہ ان کے خواہش مند رہے ہیں نہ کوئی گاہک نہ ہی کوئی بازار ہے۔

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل
وہ دکان اپنی بڑھا گئے

لیکن اللہ کی حکمت بالغہ ہے قیامت تک اہل اللہ ہوں گے اللہ اللہ ہوتی رہے گی ذاکرین ہوں گے اور ان کے اسباب بھی ہوں گے جب تک کائنات قائم رہنی ہے نبی کریمﷺ کی بعثت عالی کے زمزمے گونجتے رہیں گے لوگ تو بزم سے اٹھ گئے جنہوں نے ان مقاصد کے لئے اپنی زندگیاں ختم کر دیں اب میری اور آپ کی ذمہ داری ہے کہ اپنی قوم کو اپنے بھائیوں کو یاد دلائیں کہ ان خرافات میں نہ کھو جاؤ بلکہ بعثت عالی کی بات کرو اور پوچھو محمد الرسول اللہﷺ سے کہ آپ ہم سے کیا قبول کرتے ہیں ہم کیا کریں کہ آپ کو پسند آئےﷺ۔

آج کی نعتوں کا جائزہ لیں ہر نعت مطالبات سے پُر ہے۔ یارسول اللہ مجھے یہ دے دو مجھے وہاں بھیج دو مجھے مدینے بلالو کوئی کربلا کا نام نہیں لیتا کوئی نہیں کہتا الٰہی مجھے کربلا میں قبول کرلے جہاں لینے کی بات ہوتی ہے وہاں سب تیار ہیں جہاں دینے کی باری آئے۔ وہاں سب خاموش ہیں پھر حضور ﷺ کے ذریعے سے بھی مانگتے ہیں تو دولت دنیا ہی مانگتے ہیں رزق اور دنیوی اسباب تو اللہ نے سب کو تقسیم کردیئے ہیں اگر بعثت سے رشتہ ہوتو بندہ مانگنے کی چیز مانگتا ہے مانگنا ہی ہے تو جمال الٰہی مانگو وصال الٰہی مانگو۔

محمد از تو مے خواہم خدارا
خدایا از تو عشق مصطفٰی را

محمد الرسول اللہ ﷺ سے اللہ کو چاہو اور اللہ سے مانگنا ہے تو عشق مصطفٰی مانگو نعتوں میں بھی ادب واحترام ملحوظ ہونا چاہیے اور ہمارے ہاں لکھتے ہیں امت کا حال خراب ہے کوئی پوچھے اُمت کا حال خراب کس نے کیا ہے؟ اُمت نے خود کیا ہے۔ اُمت نے محمد الرسول اللہ ﷺ کا دامن چھوڑ کر اپنا حال خود خراب کیا ہے۔

آپ ﷺ نے کسی سے اپنا دامن نہیں سمیٹا نہ قیامت تک سمیٹیں گے اب کوئی اس دامن رحمت کو پکڑنے والا نہ ہوتو اسے کیا کہا جائے؟ بعثت کا رشتہ ہوتو نعت یوں ہوتی ہے کہ اے میرے نبی ﷺ آپ مجھ سے کس بات پر راضی ہوتے ہیں میں کیا کروں کہ آپ راضی ہوجائیں۔

ایک دوست سے دوستی ہوتو اس سے پوچھتے رہتے ہیں کہ بھائی تم کس بات سے خوش ہوتے ہو اولاد سے پیار ہوتو اُسکی خوشی دیکھتے ہیں والدین سے پیار ہوتو ان کی خدمت کا سوچتے ہیں کبھی اپنے حبیب محمد الرسول اللہ ﷺ سے بھی پوچھنے کی جرات کرو کہ میں گناہگار اپنے غلیظ' بیکار' اور گناہوں سے پُر وجود کے ساتھ ہوں کمزور ہوں لیکن میرے جیسے کمزور انسان کے بارے آپ کیا کہتے ہیں؟ میں اسے درست کرنے کے لئے کیا کرسکتا ہوں کیا ایسی کوئی نعت کہی جاتی ہے؟ ایسی نعت تب کہی جاتی ہے جب بعثت عالی کا رشتہ نصیب ہو جب ہم بعثت عالی کی بات کریں۔ ہم سے تو شیطان نے یہ جرات ہی چھین لی ہمیں منزل سے ہی بھٹکا دیا۔

ہم نے بعثت عالی چھوڑ دی تو ولادت شریفہ کے بھی جلسوں اور بابرکت محفلوں کو چھوڑ کر جشن منانے شروع کردیئے جن میں کوئی حدود وقیود نہیں میلاد شریف کے نام پر چندے وصول ہوں گے یار لوگ عیش کریں گے ٹریکٹروں' ٹرالیوں' اونٹوں' گھوڑوں پر سپیکر لگا کر نعت کے نام پر گستاخی ہوگی ٹریفک معطل ہوگی شور شرابہ ہوگا روزانہ مزدوری کرنے والوں کو مزدوری نہیں ملے گی تاجروں دکانداروں کی دکانیں بند ہوں گی رات دن تماشہ ہوگا اور پولیس حفاظت پر کھڑی ہوگی کوئی ایک آئے گا جو بیچ ہجوم بم پھوڑ دے گا پھر لوگ شہید ہو جائیں گے یہ کونسی شہادت ہے خواہ مرنے والوں کو کلمہ نہ آتا ہو' خواہ عقائد غلط ہوں وضوصلوۃ کا پتہ نہ ہو' دین سے آشنا نہ ہوں' نہ دین سے کوئی رشتہ ہو۔ جسے عدالت پھانسی کی سزا دے وہ بھی شہید کہلاتا ہے جسے دہشت گرد ماردیں وہ بھی شہید سمجھا جاتا ہے تو جو خالص اللہ کی رضا کے لئے اللہ کی راہ میں جان دیتا ہے وہ کیا ہے؟

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

شہید وہ ہوتے ہیں جو اپنا آپ اللہ کے نام پر نچھاور کردیتے ہیں اور زندہ شہید ہوتے ہیں زندہ ہوتے ہوئے وہ کھاتے ہیں جس کی اللہ اجازت دیتا ہے اس طرح کماتے ہیں جس طرح اللہ حکم دیتا ہے خرچ وہاں کرتے ہیں جہاں اللہ اجازت دیتا ہے زندہ ہوتے ہوئے سانس اس کی مرضی کے مطابق لیتے ہیں۔ یہ لوگ شہید ہیں یہ شہادت زندہ لوگوں کو بھی نصیب ہوتی ہے یہ زندہ بھی شہید ہیں مر

کر بھی شہید ہیں۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

یہ قوم اپنا سبق بھول چکی ہے میں نے تقریر نہیں کی نہ مجھے اسکی ضرورت ہے نہ مجھے کسی واہ واہ کا شوق ہے نہ ضرورت میں نے کوشش کی ہے کہ وہ بات سمجھا سکوں جو اس وقت کی ضرورت ہے ہمیں یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ہم میلاد میں کھو گئے ہیں ہماری منزل بعثت محمد الرسول ﷺ ہے۔ بعثت عالی ایک انقلاب ہے جو تاریخ انسانی میں صرف ایک ہی بار ہوا ہے بعثت عالی کا سورج جب سے طلوع ہوا ہے اسی آب وتاب کے ساتھ روشن ہے اور ہمیشہ روشن رہے گا اب کوئی اتنے بڑے انقلاب سے آشنا نہ ہوا سکی اہمیت سے آشنا نہ ہو تو پھر اس کو کیا کہا جائے۔

دین نام ہے دو چیزوں کا ایک دین پر عمل اللہ کی رضا کے لئے خلوص کے ساتھ کرو دوسرا اس کا ذکر ہر محفل میں کرو۔ بلا جھجک کرو اور پوری محبت سے کرو اس قوم کو بعثت محمد الرسول اللہ ﷺ کی یاد واپس دلا دو یہ بہت بڑا کام ہے۔

ہماری حیات، ہماری آبرو، ہماری بقاء بعثت عالی سے وابستہ ہے اسے یاد کر لو اور پوچھو اپنے پیارے رسول اللہ ﷺ سے کہ اے اللہ کے حبیب ﷺ میں گناہگار و بے وقوف ہوں جاہل و نادان ہوں لیکن پھر بھی آپ مجھے فرما دیجئے کہ میں آپ کے لئے کیا کر سکتا ہوں مجھے فرمایئے میں آپ کی خدمت میں کیا پیش کروں؟ یہ سوال تب آتے ہیں جب بعثت عالی کا رشتہ ہو۔

اب تو ہر کوئی فرائض چھوڑ کر رسومات رواجات کا اسیر ہو چکا ہے اور ان بدعات کو دین کا درجہ دے رکھا ہے اللہ کے لئے اللہ کا خوف کرو اس سے حیا کرو خود کو ان خرافات سے روکو یہ انہی چیزوں کا نتیجہ ہے کہ ہم اپنے ہاتھوں آپ ہی مر رہے ہیں بازاروں میں مر رہے ہیں مساجد تک محفوظ نہیں اس لئے کہ حفاظت الٰہیہ بعثت محمد الرسول اللہ ﷺ سے وابستہ ہے جب ہم نے بعثت عالی سے تعلق توڑ دیا تو ہماری حفاظت بھی ختم ہوگئی۔

حضور ﷺ سے بعثت کا رشتہ رکھنے والوں کے لئے تو آگ جلائی گئی تھی لیکن آگ نے جلنے سے انکار کر دیا تھا تو پھر اس قوم کی مساجد میں بم کیوں پھٹ رہے ہیں کیا کوئی ایک ایسا بندہ بھی مسجد میں نہیں ہوتا کہ جس کے خلوص کے طفیل یہ تباہی رک جائے؟

اور یہ تباہی اس لئے نہیں رک رہی کہ ہم نے دین کو تماشا بنا لیا ہے حکومت کی طرف سے سرکاری شہادت مل رہی ہے کیا شہادت حکومت نے بانٹنی ہے یا اس بارگاہ سے ملنی ہے جو اللہ رب العزت کی بارگاہ ہے۔

یہ بات سمجھ لیں خود کو اس پر یقین دلا لیں اور دوسروں کو بتائیں کہ ہماری ابتداء اور ہماری انتہا ہماری منزل ہمارا کمال سب کچھ اتباع رسالت میں ہے ہماری ابتداء بھی رسالت ہے اور ہماری انتہا بھی بعثت عالی ہے۔

اپنے آپ کو بعثت عالی سے وابستہ کر لیجئے اور ان رسومات سے جان چھڑائیں خود اتباع رسالت میں آئیں اور قوم کو اتباع رسالت کی طرف لائیں سارا دین سارا سکون اور ساری پناہ اتباع رسالت پناہی میں ہے ﷺ۔

اللہ کریم ہمارے گناہوں سے درگزر فرمائے اور ہمیں اسکی توفیق دے کہ ہم بعثت کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑیں اور اسے قائم رکھیں دوسروں کو اس نعمت کے پہنچانے کا سبب بنیں۔ اللہ ہمیں اسکی توفی نصیب فرمائے۔

☆☆☆

خوشخبری

حضرت امیر المکرّم کے نو دریافت نسخوں میں اضافہ

حضرت امیر المکرّم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ، صحیح معنوں میں ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جوان کی دسترس سے باہر ہو۔ طب وحکمت سے تو بطور خاص ہر دور میں صوفیا عظام اور علماء کرام کو خاص شغف رہا۔ حضرت امیر المکرّم بھی اس شعبہ میں پیچھے نہیں اور مختلف جڑی بوٹیوں اور قدرتی اجزاء سے ایسے نسخہ جات دریافت فرمارہے ہیں جو مختلف بیماریوں سے نجات کے لئے انتہائی موثر ہیں حال ہی میں حضرت امیر المکرّم کے نو دریافت نسخہ جات میں انتہائی خوش آئند اضافہ ہوا ہے۔ ضرورت مند استفادہ کر سکتے ہیں۔

کلسٹر وکیئر
Cholestro Care
Rs.300
کلیسٹرول کو صحیح حالت پر رکھتا ہے

پین گو
Pain Go
Rs.100
ہر طرح کے درد کے لئے مفید ہے

ہیر گارڈ آئل
Hair guard Oil
Rs.500
بالوں کی صحت کے لئے مفید ہے۔

ملنے کا پتہ:- دار العرفان منارہ، ضلع چکوال فون 0543-562200
17-اویسیہ ٹاؤن شپ' لاہور فون 042-5182727

امیر المکرّم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ' کے فی البدیہہ خطابات پر مشتمل منفرد انداز کی پہلی بیانیہ تفسیر قرآن حکیم

اکرم التفاسیر

سے اقتباس......

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ' ضلع چکوال 11-07-08

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰنِ الرجیمo

بسم اللّٰہ الرحمٰنِ الرحیمo

اِن الذین توفھُم الملٰئِکتہُ......................

و کان اللّٰہ غفوراً رحیماًo سورۃ النساء آیات ۹۷ تا ۱۰۰

اللھُم سبحنک لا علملناَ الا ما علمتنا

اِنکَ انت العلیمُ الحکیم

مَولایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبداً

عَلٰی حَبِیبکَ مَنْ زانت بِہٖ الْعُصُروا

انسان اشرف المخلوقات ہے اور اس کا قول و فعل اتنا متاثر کن ہے کہ وہ نہ صرف اسکی اپنی ذات کو متاثر کرتا ہے بلکہ پورے ماحول اور معاشرے پر اثر انداز ہوتا ہے اگر کوئی نیک بات کہتا ہے نیک عمل کرتا ہے' اتباع سنت میں کوشاں ہے اور وہ یہ سب کام خلوص سے کرتا ہے تو اسکے پُرخلوص قول و فعل کے انوارات و برکات دنیا کی بھی آبادی کا سبب بنتے ہیں دنیا میں انسانوں کے مسائل حل ہوتے ہیں اور انہی اقوال و افعال کے اثرات انسانوں کو عذاب الٰہی سے بچانے کا بھی سبب بنتے ہیں اور ان کا اخروی اجر بھی یقینی ہے جو انہیں ابدالآباد کی زندگی میں نصیب ہوگا لیکن اگر کوئی بُرائی کرتا ہے تو وہ تنہا اسکی ذات کے لئے ہی تباہ کن نہیں ہوتی' اس کا اپنا ضمیر' مزاج' اسکی روح اور اس کا کردار ہی خراب نہیں ہوتا بلکہ اس کے ہر قول و فعل سے اثر پھیل کر پورے ماحول کو آلودہ کر دیتا ہے جس کے نتیجے میں روئے زمین پر فسادات برپا ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ظھر الفساد فی البرو والبحر بما کسبت ایدی الناس (الروم آیت ۴۱) روئے زمین پر خشکی و تری میں فساد برپا ہو گیا لوگوں کے کردار کی وجہ سے یعنی جب لوگوں کا عمومی کردار خراب ہوتا ہے تو اس کا ایک اثر تو خرابی کرنے والے کی ذات کو پہنچتا ہے اور ایک اثر اس کے پورے ماحول کو متاثر کرتا ہے اور اخروی تباہی تو اس کے نتیجے میں یقینی ہے سوائے اس کے کہ بندہ تائب ہو کر اصلاح احوال کر لے۔

ظاہری ماحول کی حفاظت اور صفائی کے لئے تو اب ہمارے ملک میں بھی وزارت ماحولیات بن گئی ہے جس کا مقصد فضا کو آلودگی سے پاک رکھنا ہے کہ گاڑیوں' فیکٹریوں اور بسوں کے دھوئیں سے ماحول کو بچایا جائے اس کی اصلاح کے لئے دھواں دینے والے انجن کو درست کیا جاتا ہے یعنی جب انجن میں خرابی ہو تو وہ ماحول کو آلودہ کرتا ہے بالکل اسی طرح فرد کی ذات میں بُرائی ہو تو اس کا اثر پورے ماحول تک جاتا ہے۔ مادی ماحول و فضا کی حفاظت کی طرف تو آج کے انسان کی نگاہ جاتی ہے کردار کی آلودگی سے خشکی و تری میں جو فساد پھیلتا ہے اس کی طرف توجہ کیوں نہیں جاتی؟ اس لئے کہ جب دین نہ ہو' روح زندہ نہ ہو' حضور نبی کریم ﷺ سے تعلق استوار نہ ہو تو نگاہ محدود ہو جاتی ہے مادی اشیاء سے آگے تک کی سوچ ہی نہیں آتی اسی لئے بین الاقوامی سطح تک ماحولیات کی حفاظت کے لئے بنائے

گئے ادارے بے حد متفکر ہیں اور اوزون کے قدرتی حصار کے خراب ہونے اور اس قدرتی حفاظت کو قائم رکھنے کے لئے کوشاں ہیں اوزون قدرت کی عطا کردہ فضا کی ایسی حفاظتی تہہ ہے جو سورج کی ہلاکت آفرینیوں سے' اسکی خطرناک تمازت کے اثرات سے انسانوں کو بچاتی ہے۔ سورج کی تمازت اس حفاظتی تہہ سے چھن کر حیات بخش دھوپ بن کر انسان تک پہنچتی ہے۔ اگر فضائی حفاظت کا یہ حصار ٹوٹ جائے تو پھر سورج آگ بن کر دنیا پر برسے گا۔ اس تباہی کو تو پہلے سے محسوس کیا جا رہا ہے اس کی پیش بندی کے لئے اصلاحات ہو رہی ہیں اس لئے کہ ہماری عقل اور ہمارا ظاہری علم ہمیں یہی کچھ سمجھاتا ہے کہ عقل کی رسائی ہی مادی ضروریات مادی فوائد اور مادی نقصانات تک ہی ہے وہ مادی ضروریات کی تکمیل کے لئے ہی بنائی گئی ہے اور اسکی پہنچ وہیں تک ہے اس سے آگے کی باتیں سمجھنا قلب کا کام ہے دل میں جب تک نور ایمان نہ ہو اس میں حیات نہیں۔ نور ایمان کے بغیر دل مردہ ہے اور نور ایمان نصیب ہو تو حیات کے بھی مختلف مدارج ہیں جیسے ایک شیر خوار بچہ بھی زندہ ہے اور ایک تنومند صحت مند جوان بھی زندہ ہے ایک ضعیف اور کمزور بزرگ بھی زندہ ہے۔ زندہ تو تینوں ہیں لیکن تینوں کے زندہ ہونے میں کتنا فرق ہے۔ یہی فرق دل کی قلب کی حیات میں بھی ہے جب دل کو حیات بھی نصیب ہو اور برکات نبوت بھی نصیب ہوں تو اس میں وہ قوت وبصیرت اور دور بینی آجاتی ہے کہ بندہ اپنے لمحات کو قیمتی سمجھ کر اُن کو گن گن کر بھلائی کے کاموں میں بسر کرتا ہے اور جنہیں یہ چیزیں نصیب نہ ہوں وہ صرف زندگی گزارتے ہیں اُسے بسر نہیں کرتے۔ اسکی مثالیں آج کے ماحول میں دیکھی جا سکتی ہیں بے شمار ایسے لوگ ہیں جب ان سے پوچھیں "کیا ہو رہا ہے" تو وہ کہتے ہیں بس وقت گزار رہے ہیں۔ بھلا جس بندے کو رب العالمین نے گن گن کر سانسیں دی ہوں اور جس کے پاس گنتی کے لمحات ہوں وہ انہیں فضول کیوں گزار رہا ہے اس لئے کہ اسے یہ احساس ہی نہیں کہ اس کی قیمت کتنی ہے۔

ان آیات مبارکہ میں انسانی کردار اسکی مہلت عمل' اللہ کے انعامات' بندے کے کردار اور ماحول پر اسکے اثرات اور بالآخر موت کے وقت اس کی حالت کا بیان ہے کہ ایسے لوگوں کی مہلت عمل جب تمام ہو جاتی ہے اور موت کے فرشتے قبض روح کے لئے آجاتے ہیں تو وہ دیکھتے ہیں کہ ان لوگوں نے تو اپنے آپ کو اپنی جان کو اپنے نفس کو اپنے ضمیر کو اپنے قلب وباطن کو اپنی روح کو اللہ کریم کی نافرمانیوں سے آلودہ کر رکھا ہے تو فرشتے پوچھتے ہیں کہ فیم کنتم تم دنیا میں کہاں رہے؟۔ کیا کرتے رہے کہ تمہاری تو بدن سے روح تک سب کفر وشرک بُرائی وبدکاری سے آلودہ ہے؟ ایسے ہر فرد سے وہ یہ پوچھتے ہیں کہ کیا تو دنیا میں اس لئے آیا تھا؟ تجھے اللہ نے اس لئے مہلت عمل دی تھی؟

اللہ نے تو انبیاء مبعوث فرمائے اور اپنی رحمتوں کی انتہا کر دی کہ نبی رحمت ﷺ مبعوث فرمائے جنہیں وہ قوت عطا فرمائی کہ بعثت عالی سے لے کر قیامت تک آنے والے ہر طالب ہدایت کا تزکیہ فرما دیں تو یہ بندہ کہاں رہا؟ جب اتنا نور برس رہا تھا' جب اتنی رحمتیں برس رہی تھیں' اتنی بخشش عطا ہو رہی تھی رمضان المبارک کے مبارک مہینے گزرے' جمعتہ المبارک کی مبارک ساعتیں گزریں' اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ارشادات بیان ہوتے رہے' اللہ کا ذکر ہوتا رہا' ہر طرح کی مبارک محفلیں سجتی رہیں تو یہ کیا کرتا رہا؟

فرشتے حیران ہو کر اس سے سوال کرتے ہیں آخر تم انسان تھے' اللہ نے تمہیں انسانی زندگی دی تھی انسانی شعور سے نوازا تھا بھلائی بُرائی میں تمیز کرنے کا سلیقہ دیا تھا تم نے عمر کہاں کھپا دی؟ کیا کرتے رہے

ہو؟فیما کنتُم قالوا کنا مستفعفین فی الارض ۔موت کے منہ میں جانے والے شخص سے فرشتوں کے یہ سوال وجواب ہو رہے ہوتے ہیں اور دنیا والے یہ دیکھتے ہیں کہ بندے کی نظر ایک جگہ ٹک گئی ہے وہ نہ کسی کی بات سنتا نظر آتا ہے نہ کسی اور کی طرف متوجہ ہوتا ہے اُسے تو اس وقت موت کے فرشتے نظر آتے ہیں وہ اُن کی طرف سے متوجہ ہوتا ہے درحقیقت ان کے ساتھ مصروف ہوتا ہے ان آیات میں ظالموں کی موت کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ جب فرشتے ان سے کہتے ہیں فیم کنتم تم کیا کرتے رہے تمہیں عمر اس لئے تو نہیں ملی تھی کہ کفر وشرک گناہوں اور غلاظتوں سے روح کو آلودہ کر لو تمہیں تو دنیا میں اللہ نے اس لئے بھیجا تھا کہ معرفت الٰہی کے درجات اعلیٰ حاصل کرتے۔ رحمتہ اللعالمین کی رحمتوں کے مزے لوٹتے سینہ ودل روشن کرتے روح قلب وباطن اور ضمیر کو پاکیزہ کرتے اللہ کا قرب پاتے تو آج تمہارے استقبال کے لئے جنت کے فرشتے آتے جنت کے لباس لاتے جنت کی خوشبوئیں لاتے تمہیں نہایت عزت واحترام سے لیکر جاتے لیکن تم ہو کہ گناہوں کی غلاظت ہمیں تمہارے قریب نہیں آنے دیتی تم سے بدبوؤں کے طوفان اٹھ رہے ہیں ہم آگ کا لباس' دوزخ کی زنجیریں لئے پھرتے ہیں تم نے اپنی مہلت عمل کہاں ضائع کردی؟ ساٹھ' ستر' اسی' سو برس تم کیا کرتے رہے؟ اس وقت وہ بندہ جو کفر وشرک میں مبتلا رہا جو گناہوں میں غرق رہا جس نے توبہ کا راستہ نہ اپنایا جس نے سنت چھوڑ کر بدعات اور رسومات میں زندگی گزاری جو بے ایمانی سے دولت کمانے کو ہوشیاری اور دانائی وعقلمندی سمجھتا رہا جو جھوٹ بول کر عہدے لینے کو اپنی کامیابی کی دلیل قرار دیتا رہا وہ یہ جواب دیتا ہے کنا مستفعفین فی الارض ہم تو عام آدمی تھے کمزور لوگ تھے جس ملک ومعاشرے میں رہتے تھے وہاں طاقتور لوگوں کی بات چلتی تھی قانون ان کے تھے' تعلیمی' معاشی' عدالتی' سیاسی اور معاشرتی نظام ان کا تھا ہماری تو وہاں کوئی حیثیت ہی نہ تھی ان کے مطابق زندگی گزارنا ہماری مجبوری تھی۔ فرشتے جواباً کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی کہ تم اس سرزمین کو چھوڑ دیئے جہاں کا آئین ودستور جہاں کے قوانین اور نظام جہاں کا ماحول تمہیں کفر وشرک' بُرائی اور اللہ کی نافرمانی پر مجبور کرتے تھے تم ایسے ملکوں میں رہنے کے بجائے جنگلوں پہاڑوں میں چلے جاتے لیکن کفر وشرک اور گناہوں سے آلودہ زندگی تو نہ گزارتے۔ آج بھی تو تم ساری دنیا چھوڑ کر جا رہے ہو کوئی رشتہ تمہیں رکنے پر مجبور نہیں کرسکتا ماں باپ' اولاد' بہن بھائی سب سے جدا ہو رہے ہو۔ آج تو تم یہ کہہ کر نہیں رک سکتے کہ بیوی بیوہ ہو جائے گی' بچے یتیم ہو جائیں گے' والدین پریشان ہو جائیں گے آج بھی تو تم گھربار' دولت' موٹر گاڑیاں' زمین جائیداد ہر چیز کو چھوڑ کر جا رہے ہو اگر تمہارا گھربار' کاروبار' رشتے ناتے تمہیں اس وقت وہ جگہ نہیں چھوڑنے دیتے تھے تو پھر آج کیوں نہیں روک لیتے؟ جب تمہیں بتا دیا گیا تھا کہ ایک دن یہ ساری دنیا ہی تمہیں چھوڑ کر جانا ہوگا تو پھر جہاں کا ماحول ناپاک تھا' جہاں کے قوانین غیر اسلامی تھے' جہاں کا معاشرہ غیر اسلامی تھا' جہاں تم گناہ آلود زندگی گزارنے پر مجبور تھے اس ملک کو اس ماحول کو تم نے کیوں نہ چھوڑا؟ الم تکُن ارضُ اللّٰہ واسعتہً اللہ کی زمین کیا وسیع نہیں تھی؟ فتھا جرُوا فیھا ۔تم کہیں ہجرت کر جاتے۔ کسی ایسی جگہ چلے جاتے جہاں کم ازکم نیکی کرنے پر کوئی پابندی تو نہ ہوتی کوئی تمہیں اللہ کے راستے پر چلنے سے نہ روکتا' حلال کھانے سے نہ روکتا' شرک کرنے پر مجبور نہ کرتا تم وہاں چلے جاتے۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ سب بہانے ہوتے ہیں جس طرح میڈیکل کے ذریعے علاج کرنے والے معالج کہتے ہیں کہ مچھر تو بہت

سارے انسانوں کو کاٹتا ہے لیکن ہر ایک کو ملیریا نہیں ہو جاتا۔ ملیریے کے جراثیم دراصل جس بندے کے اندر پیدا ہو جاتے ہیں مچھر کے کاٹنے سے وہ Activate ہو جاتے ہیں اُن میں حیات آ جاتی ہے متحرک ہو جاتے ہیں اسی طرح بُرائی کی خواہش اس کے اندر ہوتی ہے لوٹ مار کرنے اور طمع کا مادہ اندر ہوتا ہے جب بُرائی کے مواقع آئیں بُرائی کا ماحول میسر آئے تو وہ ماحول اس کو متحرک کر دیتا ہے۔ یہی حال ہمارے معاشرے کا ہے ہم میں سے ہر ایک کے اندر یہ جراثیم ہیں ماحول سے متاثر ہو کر یہ متحرک ہو جاتے ہیں۔ حضور ﷺ کی بعثت کی رحمتیں بھی اسی طرح عام ہیں ہر ایک کے لئے یہ دررحمت وا ہے اپنے لئے رحمتیں سمیٹ کر اپنے اندر نیکی کا نور انڈیل سکتے ہیں جب اندر نیکی آئے گی تو ماحول سے غلط اثر لینے کے بجائے ماحول کو نیکی کے اثر سے پُر نور کر دے گی۔ لیکن ہم نے بحیثیت قوم ساٹھ سال سے پاکستان میں کیا نیکی پھیلائی۔ ہم نے ساٹھ برسوں میں وطن عزیز میں کیا کمال کر دکھایا؟ ہم نے انگریز سے کیسی آزادی لی؟ گورے انگریزوں نے ہمیں کالے انگریزوں کی غلامی میں دے دیا۔ آزادی کا مطلب تھا نظام کی تبدیلی انگریزی نظام کے بجائے اسلامی نظام کا نفاذ۔ لوگوں نے اپنی جانیں لا الہ الا اللہ کے لئے دیں اسی کلمے کے لئے اسی اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے گھروں کے گھر شہروں کے شہر صوبوں کے صوبے اجڑ گئے اور لٹے پٹے قافلے ناگفتہ بہہ حال میں وطن عزیز میں داخل ہوئے لاکھوں لوگ راستوں میں رہ گئے پاکستان نہ پہنچ سکے اور جو اتنی عظیم قربانیاں دے کر پہنچ سکے وہ بڑی امیدیں لے کر آئے۔ قدرت اللہ شہاب نے مہاجرین کی وطن آمد پر ہونے والے واقعات کے بارے "یا خدا" نامی ایک چھوٹی سی کتاب لکھی تھی اس میں بہت سے دردناک واقعات درج ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جب مہاجرین کے قافلے آ کر ٹھہرتے جس جگہ بعد میں پنجاب کے چیف منسٹر وائیں صاحب نے "باب پاکستان" بنانے کی تجویز کی بلکہ کروڑوں روپے اس کام کے لئے مختص ہوئے پھر وہ بنا یا نہ بن سکا لیکن ہمارا کردار یہ ہے کہ اللہ کے نام پر یہ ملک حاصل کیا گیا اور لٹے پٹے قافلے جب وطن عزیز کی سرزمین پر اُترتے تو اس وقت کے ارباب اقتدار وزراء اور اعلیٰ سول آفیسر وہاں سے نوجوان لڑکیاں اٹھواتے اور اپنی ہوس کا نشانہ بناتے یہ وہ بچیاں تھیں جو سکھوں اور ہندو بلواؤں سے عزت بچا کر یہاں پہنچیں اور پاکستان پہنچنے پر ہندوؤں اور سکھوں کی حسرت مسلمان افسروں نے یہاں پوری کر لی اور اسی جگہ پر مہاجرین کی یادگار بنانے کے لئے ملک کے کروڑوں روپے ضائع ہوئے

جب انگریز ہندوستان پر حکمران ہوا اس نے مسلمانوں کے جاری کردہ آئین و دستور اور ملک میں رائج اسلامی نظام کو بیخ و بُن سے اکھاڑ کر نو آبادیاتی نظام رائج کر دیا ہمارے آج کے دانشور جو یہ کہتے ہیں کہ خلافت راشدہ کے بعد روئے زمین پر کبھی کہیں بھی اسلام نافذ نہیں رہا یہ نہایت لغویات ہے برصغیر میں اس وقت اورنگ زیب عالمگیر کی نگرانی میں ماہرین اور علمائے کرام نے ملک کا آئین و دستور بنایا تھا جو آج بھی علماء کرام اور مفتیان کرام کے پاس "فتاویٰ عالمگیری" کے نام سے موجود ہے جس کی سند کے ساتھ مفتیان کرام آج فتوے جاری کرتے ہیں۔ انگریز نے مسلمانوں کے آئین و دستور کو ختم کر کے ایسا رزیل نظام جاری کیا جس کا مقصد عوام کو غلامی کے شکنجے میں قید رکھنے کے سوا کچھ نہ تھا اس نظام نے غلام عدالتیں بنائیں وہ قوانین بنائے جو غلاموں کے لئے تھے اسی لئے برصغیر میں موجود انگریز پر اگر کوئی فرد جرم عائد ہوتی تو اسے انگلستان بھیجا جاتا اس کا مقدمہ وہاں دائر ہوتا اس لئے کہ وہ

آزاد قوم کا فرد تھا آزاد ملک کا شہری تھا وہ آزاد ملک میں جاتا جہاں کی عدالتیں آزاد تھیں لہٰذا انگریز کا مقدمہ انگلستان کی آزاد عدالتوں میں سنا جاتا اور فیصلے دیئے جاتے جبکہ یہاں کے لوگوں کے مقدمات مقامی عدالتیں سنتیں کہ یہ لوگ غلام تھے اور قوانین غلاموں کے لئے تھے۔ جب برصغیر میں یہ صورتحال ہوئی تو علماء کرام نے برصغیر کو ''دارالحرب'' قرار دے دیا اور فتویٰ دے دیا کہ دارالحرب میں نماز جمعہ ادا نہیں ہوتی۔ کیونکہ اگر ان پر پابندی نہ لگائی تھی تو وہ اپنی نماز ظہر ہی ادا کریں گے گویا آزادی اتنی بڑی ضرورت ہے کہ اگر مسلمان آزاد نہیں تو وہ جمعہ کی سعادت سے محروم ہو جائیں گے اس فتویٰ کے بعد جمعہ منعقد نہ ہوا انگریز کی شیطانی حکمرانی طول پکڑتی گئی اور ایک صدی پر محیط ہوگئی علماء نے اس پر سوچ بچار کی کہ اگر حالات طول پکڑ گئے تو لوگ جمعہ پڑھنا ہی بھول جائیں گے اتنے اہم فرض سے غافل ہو جائیں گے لہٰذا یہ طے پایا کہ فقہی حکم تو تبدیل نہیں ہو سکتا احتیاطی تدابیر کے طور پر جمعہ منعقد تو کیا جائے لیکن اس کے ساتھ چار رکعت ظہر ادا کی جائے تقسیم ملک سے پہلے کے لوگ جانتے ہیں اور ہم بھی اگرچہ بچے تھے لیکن بڑوں کے ساتھ جمعہ پڑھنے جاتے تو بعد میں چار رکعت ظہر احتیاطاً پڑھا کرتے تھے تمام مسلمان ایسے ہی کرتے تھے کہ معلوم نہیں جمعہ ہوا یا نہیں لہٰذا احتیاطاً ظہر پڑھنا چاہیے۔ ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ایسا کیوں ہوا؟ کیا اس لئے کہ برصغیر میں انگریز رہتے تھے؟ نہیں مسلمان ریاستوں میں عیسائی' یہودی اور دیگر غیر مسلم رہتے رہے ہیں اس کی وجہ یہ تھی کہ انگریز نے اسلامی نظام بدل کر اپنا ایجاد کردہ نوآبادیاتی نظام رائج کر دیا تھا تبدیلی نظام کے باعث برصغیر دارالحرب ٹھہرا۔

جب پاکستان بنا تو کیا انگریزوں کا غلاموں کے لئے بنایا ہوا عدالتی نظام بدل گیا؟ تعلیمی نظام بدل گیا؟ کیا تبدیلی آئی؟ جب نظام وہی ہے تو مجھے بھی آج یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ وطن عزیز آج بھی دارالحرب ہے کیونکہ اس پر وہی کافرانہ نظام مسلط ہے انگریز' بدیسی گورے چلے گئے اور دیسی گورے آ گئے بس اتنا ہی فرق پڑا ہے وہی غلامانہ ذلت و خواری ہے اور حالات انگریزوں کے دور سے زیادہ بدتر ہو چکے ہیں انگریزوں کو اپنی حکمرانی قائم رکھنے کے لئے' عوام کو اپنی حمایت میں رکھنے کے لئے ان کی ضروریات زندگی کا خیال رکھنا ضروری تھا کسی حد تک امن و امان قائم رکھنا ان کی ضرورت تھی لہٰذا وہ قیام امن اور انصاف بہم پہنچانے کی اتنی کوشش کرتے تھے جتنی انکی حکومت قائم رکھنے کے لئے ضروری تھی اُن کے جانے کے بعد تو یہ آوارہ بھیڑوں کا گلہ بن چکا ہے جس کے چرواہے بھیڑیئے بن گئے ہیں بھیڑیوں کو چیر پھاڑ کر کھانے سے غرض ہے انصاف کے نام پر جو کچھ انگریز دیتا تھا اسی نظام میں انصاف اب بکاؤ شے ہے بازار سجا ہوا ہے ہر چیز یہاں بکتی ہے سرمایہ ہے تو خریدو جو خریدنا چاہو۔ انصاف خریدنا ہے تو لوگ بتاتے ہیں کہ عدالت خریدو وکیل کرنے کے بجائے جج کر و وکیل کو فیس نہ دو بلکہ جج کو رقم دو کوئی فیصلہ کروانا ہے تو جج کو پیسے دو۔

جب انگریز حکمران تھے تو انگریزی فوج مسلمانوں کو مارتی تھی مسلمان محکوم تھے اور انگریز غیر ملکی ظالم حاکم اُن کا ظلم تو سمجھ میں آتا ہے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جس فوج کو ہم تنخواہ دے رہے ہیں وہ ہمیں کیوں مار رہی ہے۔

ہماری فوج ہماری حفاظت کرنے کے لئے ہم سے تنخواہ لیتی ہے اور ہمیں ہی گولیوں سے بھون ڈالتی ہے۔

ان تمام قباحتوں کے باوجود ایک بات ہمیں ماننا پڑتی ہے کہ اگر ہم نیکی کرنا چاہیں تو کوئی ہمیں روکتا نہیں ہم سود نہ لینا چاہیں تو ہمیں

کوئی مجبور نہیں کرتا ہم حرام نہ کھانا چاہیں تو کوئی ہمیں زبردستی نہیں کھلاتا رشوت نہ لینا چاہیں تو کوئی ہمیں مجبور نہیں کرتا اور اذان کہنا چاہیں سجدہ کرنا چاہیں تو کوئی ہمیں روکتا نہیں اسی لئے ہم روزے بھی رکھتے ہیں باجماعت نماز بھی ادا کرتے ہیں اس کا مطلب ہے کہ جب ہمیں نیکی سے کوئی منع نہیں کرتا تو پھر ہم جاننے کی کوشش کریں گے کہ ہم من حیث القوم بُرائی کی طرف کیوں دوڑ رہے ہیں؟ تو پتہ چلتا ہے کہ اس میں سارا قصور معاشرے اور حکومت کا نہیں ہے ہمارے اپنے اندر بے ایمانی کے جراثیم موجود ہیں' ہمارے اپنے دل صاف نہیں ہیں' ہماری روحیں زندہ نہیں ہیں ہمارا اپنا تعلق محمد رسول اللہ ﷺ سے بن ہی نہیں سکا بنتا تو اس میں لذت آتی اور ہم اس کے دیوانے ہوتے۔

لذت ایں مے ناشناسی تا نچشی

شاعر نے کہا تھا کہ تم اس پر تنقید تو کرتے رہتے ہو لیکن جب تک تم خود اس کو پیو گے نہیں تم اس لذت سے آشنا کیسے ہو گے؟ اس نام کی ہم نے ایک رسم ادا کر دی ہے۔ رسم اور رشتے میں بڑا فرق ہوتا ہے ہمارے لوگ جب امریکہ یا یورپ جاتے ہیں تو وہاں رہائش حاصل کرنے کے لئے ایک طریقہ کار اختیار کرتے ہیں۔ اُسے Paper Marriage کہتے ہیں یعنی کاغذوں میں شادی غیر ملکی لڑکا ملکی لڑکی کو کاغذوں میں بیوی ظاہر کرتا ہے لڑکی اس کے عوض کچھ رقم لیتی ہے اس کے علاوہ ان کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہوتا اس کاغذی شادی کے سبب لڑکے کو اس ملک میں رہنے کی اجازت مل جاتی ہے اور چند سال بعد وہاں کی شہریت حاصل ہو جاتی ہے اس کے بعد اس لڑکی کو رقم ملنا بند ہو جاتی ہے اور معاملہ اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔ ہم نے بھی اسلام کو قبول نہیں کیا اسلام کیساتھ پیپر میرج کی ہوئی ہے۔ پیپر میرج میں تعلق اور رشتہ نہیں ہوتا رشتے کا پاس نہیں ہوتا وہ میاں بیوی بن کر نہیں رہتے ان کے ہاں اولاد نہیں ہوتی اولاد کی پرورش نہیں ہوتی نہ کوئی تعلق نہ ذمہ داری۔ ہماری اکثریت نے بھی اسلام سے پیپر میرج کر رکھی ہے۔ نہ دل سے کلمہ پڑھا نہ تعلق بنا۔ اگر کوئی دل سے کلمہ پڑھ لے تو اس کلمے میں اتنی قوت ہے اتنی طاقت ہے کہ اگر صدیوں سے کفر و شرک کسی پر مسلط ہو تو صرف یہ کلمہ قبول کر لینا ہی اس کفر و شرک کو لمحوں میں اُتار کر بندے کو خالص کر دیتا ہے۔ صرف ایک بار کلمہ قبول کر لینا عمر بھر کے کفر و شرک سے پاک کر کے خالص اللہ کے لئے مخلص کر دیتا ہے اس طرح جیسے اس نے آج تک کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔ ہمیں اسّی اسّی برس ہو گئے کلمہ پڑھتے ہوئے ہماری اصلاح ہوتی ہی نہیں۔ ادھر حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ اگر کوئی کافر اسی برس کفر میں گزار کر ایک مرتبہ سچے دل سے کلمہ پڑھ لے تو وہ اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے اس نے آج تک کوئی گناہ کیا ہی نہیں گویا وہ آج ماں کے پیٹ سے جنا ہے کلمے میں اتنی طاقت ہے کہ ہر گناہ ہر جرم دھل کر بندہ پاک ہو کر اللہ کے روبرو ہو جاتا ہے اللہ کے نبی ﷺ کے روبرو ہو جاتا ہے تو ہمیں تو یوں صدی بیت گئی کلمہ پڑھتے ہمیں نہ اللہ کے موجود ہونے کا احساس ہے نہ اللہ کے نبی ﷺ کی ناراضگی کا ڈر ہے ہم نے کیسے کلمہ پڑھا ہے کہ ہمارا اللہ اور اللہ کے نبی ﷺ سے رشتہ ہی استوار نہیں ہوا۔ ہماری اسلام سے پیپر میرج ہی ہوئی ہے جس میں ہم خود کو مسلمانی کا دھوکہ دیتے ہیں کیا کوئی مسلمان ہو کر نماز نہ پڑھنے کی عادت بنائے گا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر او کماقال رسول اللہ ﷺ علمائے حدیث اسکی شرح میں لکھتے ہیں کہ ایسے شخص نے دعویٰ تو اسلام کا کیا اور کام کافروں جیسا کیا عملاً نماز چھوڑنا مسلمان کو زیب نہیں دیتا یہ تو کافر کا شعار ہے اسی طرح ہم کھاتے سود ہیں

نام ہم نے اس کا منافع رکھ دیا ہے میاں نواز شریف کی حکومت میں شریعت کورٹ نے سود حرام قرار دے دیا۔ میاں صاحب وزیر اعظم تھے وہ اسے سپریم کورٹ لے گئے وہاں پھر اسکی سماعت نہ ہو سکی میاں صاحب کی حکومت گئی اور نو سال مشرف نے بھی گزار لئے ۔اب پھر میاں صاحب اور زرداری صاحب آ گئے لیکن اس اپیل کی سماعت سپریم کورٹ نے ابھی تک نہیں کی۔ لیکن اس سب کے دوران کیا ہمارے کلمے نے ہمیں سود کھانے سے روک دیا؟

حکومت تو مجبور نہیں کرتی تو ہم اپنا سرمایہ بلا سودی کھاتے میں کیوں نہیں رکھتے؟ بلکہ میاں صاحب نے تو یہ بھی کرم فرمایا کہ سود کو سود نہ کہا جائے مارک اپ کہا جائے یعنی کتے کا نام دنبہ رکھ لیں اور کھاتے رہیں تو کیا نام بدلنے سے کتا دنبہ ہو جائے گا؟ کیا نام بدلنے سے سود حلال ہو جائے گا؟ کیا سود کو منافع کہہ کر یا مارک اپ کہہ کر حلال سمجھا جا سکتا ہے! کتے کو بکرا کہہ کر کھا جانے سے کیا وہ حلال ہو جائے گا؟ بیماری تو یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ کسی شخص نے مجھے بتایا کہ وہ اپنے کسی کام سے ڈاک خانے گیا تو باتوں باتوں میں پتہ چلا کہ ڈاک خانے میں پیسے جمع کروائیں تو بینک سے زیادہ سود ملتا ہے اسی اثناء میں اس نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نہایت عجلت میں تھا اور اپنی رقم پر جمع شدہ سود کی رقم کے بارے استفسار کر رہا تھا ڈاکخانے کے کارندے نے حساب لگا کر اسے بتایا کہ اسکی سود کی رقم ایک لاکھ اور چند ہزار ہو چکی تھی وہ شخص پوری رقم یک مشت لینے کا مطالبہ کر رہا تھا ڈاکخانے والے نے اس سے پوچھا کہ وہ اتنی رقم کو کیا کرے گا اس نے کہا کہ اسے حج کے لئے جمع کروانی ہے اور اتفاق سے سود کی رقم اس کے لئے کافی ہو گئی لہٰذا اصل رقم کی ضرورت نہیں صرف سود ہی کافی ہے۔ گویا اتنی دلیری آ گئی ہے کہ اللہ فرماتا ہے کہ جو سود نہیں چھوڑے گا اس کا اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے اعلان جنگ ہے اور بندہ اتنا دلیر ہو جائے کہ سود کی رقم لیکر بیت اللہ بھی جائے روضہ اطہر پر بھی جائے کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے جنگ بھی کرے تو یہ تو ایسے ہی ہے جیسے وہ کہہ رہا ہو کہ دیکھ لیں میں تو سود کھاتا ہوں یہ اخراجات بھی سود سے پورے کر کے یہاں آ گیا ہوں آپ نے میرا کیا بگاڑ لیا ہے۔ (معاذ اللہ)

ایسے ہی لوگوں پر جب موت آتی ہے تو پھر کہتے ہیں ہم تو مجبور لوگ تھے۔ ہم تو معاشرے کے طاقتور لوگوں کے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق ہی عمل کرتے رہے فرشتے کہتے ہیں اگر یہ بات مان بھی لی جائے کہ تم مجبور تھے تو اللہ کی زمین کیا وسیع نہیں تھی۔ کسی ایسی جگہ چلے جاتے جہاں نیک لوگ ہوتے اطاعت گزار لوگ ہوتے وہاں کا ماحول پاکیزہ ہوتا تمہیں یاد الٰہی نصیب ہوتی عبادات نصیب ہوتیں کھانے کو حلال ملتا اور تم اللہ کی فرمانبرداری کی زندگی گزار سکتے۔ لیکن اب یہ بہانے نہیں چلیں گے **فاولٰئِک ماوٰھُم جھنمُ**. اب تم اس انجام کو پہنچ گئے ہو جو تم نے زندگی بھر اللہ کی نافرمانی کر کے پایا ہے اب تم ہو جہنم کی آگ ہے، جہنم کی زنجیریں ہیں آگ کا لباس ہے اور یہ سب تم نے اپنے لئے خود پسند کیا ہے۔ **وساءَ ت مصیراً** یہ بہت بُری جگہ ہے جو تم نے اپنے لئے چنی ہے جس کے لئے تم نے عمر لگائی زندگی ختم کر دی اور حاصل کیا کیا جہنم! جو بہت ہی بُری جگہ ہے۔ **المستضعفین من الرجالِ والنسآءِ**. ہاں ایسے معاشرے میں کچھ لوگوں کے رہ جانے کا جواز بھی ہے ایسے لوگ واقعی مجبور ہوتے ہیں اور اسی مجبوری کے باعث بُرے معاشرے میں رہ سکتے ہیں یعنی بہت مجبور و معذور مرد وخواتین ایسے جو نہ تو سفر کر سکتے ہیں نہ اپنی زندگی کا کچھ سامان آبادی سے باہر جا کر کر سکتے ہیں وہ اتنے کمزور معذور و مجبور افراد ہیں جو نہ تو آبادی سے باہر کے راستوں سے واقف ہیں نہ اپنی

زندگی کے لئے اسباب و وسائل پیدا کر سکتے ہیں فـأولـئک عَسـیَ اللّٰـہ اَن یعفو عنھم . ایسے لوگوں کے بارے اللہ کی مغفرت سے امید رکھنی چاہیے کہ اس بُرے معاشرے میں وہ اگر اللہ کو یاد کرتے رہے تو وہ انہیں معاف فرما دے گا۔ وکـان اللّٰـہ غفوراً رحیماً۔ اور اللہ کی تو شان ہی یہ ہے کہ وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ اللہ کی تو شان کو یہ زیبا ہے کہ وہ بندوں کو بخشے اور ان پر رحم کرے لیکن جو خود اللہ کی رحمت کو ٹھکرا کر جہنم کی طرف بھاگے تو یہ اس بندے کا اپنا فیصلہ ہے اللہ کسی پر زیادتی نہیں کرتا ولٰکن کانوا انفُسھُم یظلمون ۔ (البقرہ ۵۷) بلکہ لوگ اپنے آپ پر خود ظلم کرتے ہیں۔

ہمیں وطن عزیز جیسی عظیم دولت کا اندازہ کرنا چاہیے کہ ہزار خرابیوں کے باوجود یہاں ہمیں نیکی کرنے سے کوئی نہیں روکتا اس کے باوجود جب ہم نہیں کرتے تو پھر ہمیں اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا چاہیے۔ اللہ کریم ہمیں اہلیت دے مسلمانوں کو توفیق دے کہ اس نو آبادیاتی نظام کو اکھاڑ پھینکیں اور اسلام نافذ کریں تاکہ ملک واقعی آزاد ہو۔ ملک افراد کے بدلنے سے نہیں نظام کے بدلنے سے آزاد ہوتے ہیں جبتک ہم مسلمان بحیثیت مسلمان اسلام کا عادلانہ نظام سلطنت معیشت ومعاشرت نافذ نہیں کریں گے غلامی بدستور جاری رہے گی یورپین گوروں کی نہ سہی دیسی گوروں کی سہی۔ اللہ ہمیں غلامی کی اس لعنت سے نکلنے کی توفیق دے جرات رندانہ دے توفیق عمل دے قوت جہاد دے، نور ایمان دے اور اپنا اور اپنے نبی ﷺ کا عشق نصیب کرے۔ آمین

..........☆☆☆..........

اِنا للّٰہ وانا الیہ راجعون

درج ذیل احباب اور انکے عزیز واقارب دار فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔

☆ ...... ڈویژنل امیر فیصل آباد اظہر خورشید صاحب کے والد خالق حقیقی سے جا ملے ہیں۔

☆ ...... فیصل آباد کے ساتھی منور حسین کی ہمشیرہ وفات پا گئی ہیں۔

☆ ...... گوجرہ کے امیر جماعت ملک ارشد کے چھوٹے بھائی انتقال کر گئے ہیں۔

☆ ...... ہری پور تنظیم الاخوان کے امیر ملک زاہد اقبال کی پھوپھی جان۔

☆ ...... ہری پور کے ساتھی مولانا عبدالقادر کی اہلیہ۔

☆ ...... ہری پور کے ساتھی ضمیر احمد کے والد۔

☆ ...... کوئٹہ کے ساتھی خرم درانی کے دادا جان۔

☆ ...... امیر تنظیم الاخوان مرید کے ڈاکٹر وحید احمد تبسم انتقال کر گئے ہیں۔

☆ ...... سرگودھا (ساہیوال) کے ساتھی منیر احمد کے والد

☆ ...... خوشاب (مٹھہ ٹوانہ) کے بزرگ ساتھی صوفی فتح خاں کی اہلیہ۔

اللّٰہ تعالٰی مرحومین کو جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ھے

صالحین اور بدکاروں کی صحبت

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر کسی بُرے آدمی کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا شروع کرو گے تو وہ ایسا ہی ہے جیسے لوہار کی دوکان پر جا بیٹھے۔ خطرہ تو یہ ہے کہ جل جائے یا کوئی جلتا ہوا لوہے کا ٹکڑا اس پر آن گرے لیکن اگر بچ بھی گیا تو جتنی دیر بیٹھا رہا اتنی دیر تپش اور دھواں تو اسے پہنچتا رہے گا۔ نیک لوگوں کی صحبت ایسی ہے جیسے آپ کسی عطر فروش کی دوکان پر جا کر بیٹھتے ہیں۔ ہوسکتا ہے وہ آپ کو تحفتاً تھوڑا سا لگا دے' کچھ حصہ تو مل جائے۔ اگر ایسا بھی نہ ہو تو جتنی دیر بیٹھے رہیں گے دماغ معطر رہے گا' دل خوش رہے گا' خُوشبو تو آتی رہے گی' فرمایا صالحین کی صحبت عطر فروش کی دوکان ہے اور بدکاروں کی صحبت لوہار کی دکان ہے۔

ماخوذ از "اکرم التفاسیر" جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۵۳

یونیک انٹرنیشنل گارمنٹس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

041-2664028
یو۔کے ہوزری پل کوریاں' سمندری روڈ' فیصل آباد' فون 041-2665971

سوال و جواب

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ ضلع چکوال 31-07-08

سوال :- جب میں ذکر کر رہا ہوتا ہوں یا کتاب پڑھ رہا ہوتا ہوں تو میری توجہ صرف چند لمحوں کے لئے قائم رہتی ہے حالانکہ چاہتا ہوں کہ توجہ سے پڑھوں۔

جواب :- توجہ چند لمحوں کے لئے اس لئے رہتی ہے کہ آپ کام کوئی اور کرتے ہیں اور سوچتے کسی اور چیز کے بارے ہیں توجہ کا مطلب یہ ہے کہ جو کام کر رہے ہوں پوری ذہنی و قلبی توجہ اسی طرف رکھیں۔

سوال :- اجتماعات کے دوران بعض ساتھیوں کی مختلف مقامات پر دارالعرفان میں ڈیوٹیاں لگائی جاتی ہیں وہ ساتھی دوسرے ساتھیوں کی طرح ذکر نہیں کر سکتے اپنی ذمہ داریوں کی وجہ سے تو کیا انہیں ذکر کرنے والوں کی طرح کیفیات نصیب ہو جاتی ہیں؟۔

جواب:- جو ساتھی ذمہ داریاں ادا کرتے ہیں ڈیوٹیاں دیتے ہیں اگر وہ کھانا نہ کھائیں تو کیا کھانا انہیں قدرتی طور پر مل جاتا ہے اگر انہیں ڈیوٹی کے بعد کھانا پڑتا ہے تو پھر انہیں ڈیوٹی کے بعد اپنا ذکر کرنا پڑے گا۔ڈیوٹی کرنے سے ثواب ملے گا کیفیات نہیں ملیں گی ذکر پر محنت کریں گے تو کیفیات ملیں گی۔

سوال :- تصوف میں قلت طعام قلت کلام قلت منام قلت اختلاط مع الانام کی کیا اہمیت ہے؟

جواب :- نسبت اویسیہ کے علاوہ دیگر تمام سلاسل میں اس قدر قوت نہیں ہوتی کہ ایک توجہ سے لطائف منور ہو جائیں تو کوشش یہ کیجاتی ہے کہ بندہ کم سوئے کم کھائے کم بولے لوگوں سے کم ملے تاکہ اسے یکسوئی حاصل ہو جائے اور پھر توجہ دی جائے تاکہ اس میں کچھ تبدیلی آئے۔ ہمارے ہاں اللہ نے یہ قوت عطا کر رکھی ہے لہذا یہاں اس طرح کی کوئی پابندی نہیں لگائی جاتی ہاں البتہ مسنون طریقے اختیار کرنے کی تاکید کی جاتی ہے کہ دو نوالے کی بھوک رکھ کر کھایا جائے غیر ضروری گفتگو سے پرہیز کیا جائے غیر ضروری محفلوں سے بچا جائے کثرت سے ذکر کیا جائے کم سونے کے لئے ہمارے ہاں اتنا کافی ہے کہ عشاء با جماعت کے بعد سو جایا جائے اور تہجد کے لئے اٹھا جائے۔ ظاہری تکلفات کو ہمارے ہاں اہمیت نہیں دی جاتی اللہ کی مہربانی سے توجہ اور القاء سے لطائف ہو جاتے ہیں۔

سوال :- قرآن حکیم کے ترجمے کے بارے سوال ہے کہ قرآن کو سمجھنے کے لئے سہل ترجمہ ہونا چاہیے

جواب۔ آپ کی یہ بات درست ہے کہ قرآن کو سمجھنے کے لئے سہل ہونا چاہیے اور یہ بہت ضروری بات ہے مفسرین کرام نے عمریں لگا کر تفاسیر لکھیں اور بہت عملی کام کیا وہ بڑے خوش نصیب اور بڑے با کمال لوگ تھے جو مفسرین قرآن کہلوائے۔

مجھے مفسر قرآن ہونے کا دعویٰ تو نہیں ہے لیکن ''اسرار التنزیل'' میں ''اکرم التفاسیر'' میں اور ''پنجابی تفسیر'' تینوں میں کوشش کی گئی ہے کہ

عام آدمی براہ راست آیت کریمہ کا مطلب سمجھے کہ اس آیت میں اللہ کریم اسے کیا کرنے کو کہہ رہے ہیں کس کام سے روک رہے ہیں۔ اسرار التنزیل میں کوشش کی گئی ہے کہ اتنا اختصار بھی نہ ہو کہ بات سمجھ میں ہی نہ آئے اور اتنی تفصیل بھی نہ ہو کہ بندہ مفہوم سے ہی ہٹ جائے۔

اکابرین نے تفسیر قرآن کے شعبے میں بہت کام کیا ہے نہایت عرق ریزی سے ایک ایک آیت کی تفسیر پر دس دس صفحے لکھے ہیں اس کی شان نزول' گرائمر' صرف ونحو پھر اسکے مفاہیم احادیث مبارکہ سلف صالحین کے اقوال نقل کئے ہیں اس طرح ہر آیت کی وضاحت ہوتی ہے لیکن چونکہ عام قاری عموماً عالم نہیں ہوتا تو وہ طویل مضمون میں کھو جاتا ہے اور جو جاننا چاہتا ہے اسے طویل مباحث سے اخذ نہیں کر سکتا۔ اگرچہ علمی مباحث بہت قیمتی ہیں لیکن عام قاری کے لئے مفید نہیں ہوتے یہ کمزوری تفاسیر میں نہیں ہے یہ کمزوری عام آدمی کی علمی سطح میں ہے ہاں وسیع العلم لوگوں کے لئے محققین کیلئے الگ فائدہ ہے۔

اس لئے ہم نے عام آدمی کے لئے اسرار التنزیل لکھی ہے جو سمجھنے کے لئے آسان ہے بارہ سال میں لکھی گئی ہے۔ اب الحمدللہ انگریزی ترجمہ بھی دستیاب ہے اردو انگریزی دونوں زبانوں میں دنیا بھر میں پہنچ چکی ہے غیر ملکی لائبریریوں میں دیکھی جا سکتی ہے اسرار التنزیل میں کوشش کی گئی ہے کہ آیات مبارکہ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں معنی متعین کیا جائے۔ مثلاً سورۃ والضحیٰ میں لفظ ضالاً کا ترجمہ گمراہ درست نہیں ہے۔ تفسیر میں یہ تعین کر دی گئی ہے کہ عربی چونکہ وسیع المعانی زبان ہے تو لفظ ضال کے بہت سے معانی ہیں تو جب یہ لفظ نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہوگا تو اس سے مراد اضطراب ہوگا ووجدک ضالاً فھدیٰ کے ضمن میں اہل حق نے اہل علم نے بڑی خوبصورت تشبیہ دی ہے کہ پھول بننے سے پہلے غنچہ بنتا ہے غنچے میں اللہ نے ایک اضطراب رکھا ہوتا ہے اسکی نمو ہوتی رہتی ہے اور وہ غنچہ چٹک کر پھول بنتا ہے وہ غنچہ پھول بننے تک مسلسل اضطراب کی کیفیت میں رہتا ہے انبیاء کی فطرت میں یہ اضطراب انؑ کی بعثت تک رہتا ہے وہ متوجہ الی اللہ رہتے ہیں انکی تربیت ہوتی رہتی ہے اللہ کریم سے ربط وتعلق بڑھتا ہی رہتا ہے حتیٰ کہ بعثت کا وقت آ جاتا ہے نبوت کا اعلان ہو جاتا ہے تو یہاں ضالاً سے مراد یہ کیفیت ہے اور ترجمہ یوں ہے کہ ہم نے آپ کو تلاش حق کا جویا پایا حق کی جستجو میں مضطرب پایا حضور نبی کریم ﷺ کے مزاج میں یہی جستجو تھی جو بعثت عالی سے پہلے حضور ﷺ کو غار حرا میں لے جاتی اور آپ ﷺ مہینوں وہاں معتکف رہتے۔ وہاں دراصل نمو ہو رہی تھی کلی پھول بننے جا رہی تھی حتیٰ کہ حرا میں ہی وحی کی ابتدا ہوئی۔

ضال کا مطلب تلاش کرنے والا بھی ہے اور راہ گم کردہ بھی ہے جس طرح لفظ مولیٰ کا مطلب آزاد کردہ غلام بھی ہے تو مالک اور غلام تو متضاد معنی ہیں لیکن جب یہ جملے میں استعمال ہوتے ہیں تو وہاں یہ لفظ جس معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے اس ہستی کی شان کے مطابق اس کے معنی کی تعیین ہو جاتی ہے اسی طرح لفظ ضال کی بھی تعیین ہو جاتی ہے کہ یہ لفظ کسی ذات ستودہ صفات کے لئے آیا ہے دوسری مثال اس آیت کی ہے وما اُبری نفسی یہ جملہ عزیز مصر کی بیوی زلیخا نے استعمال کیا اس طرح کہ بادشاہ نے اپنے کارندے سے کہا کہ جاؤ یوسفؑ کو بلا لاؤ تو حضرت یوسفؑ نے فرمایا نہیں پہلے اُن خواتین سے اس معاملے کی تحقیق کی جائے اس تحقیق کے دوران یہ

جملہ زلیخا نے استعمال کیا جب تحقیق ہو گئی تو تب حضرت یوسفؑ تشریف لائے۔ جب یہ جملہ کہا گیا اس وقت تو حضرت یوسفؑ وہاں موجود ہی نہیں تھے تو یہ جملہ اُنؑ کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ اس میں تو کوئی قرینہ اشارۃً بھی نہیں۔ ترجمہ کرنے والے کسی بزرگ نے اس قول کو حضرت یوسفؑ سے منسوب کر دیا تو پھر بعد کے تراجم میں اسی طرح نقل ہوتا رہا۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ ان چیزوں کی اصلاح کی جائے اسی طرح سورۃ الفتح آیت نمبر۲ میں ما تقدم من ذنبک۔ میں لفظ ذنب کا اطلاق جب کسی نبیؑ کی طرف ہوگا تو انکیؑ شان کے مطابق ہوگا۔ اگر یہاں اس لفظ کا ترجمہ گناہ کریں گے تو بالکل غلط ہوگا اس لئے کہ گناہ سے معصوم ہونا شرط نبوت ہے نبی گناہ سے معصوم ہوتا ہے لہٰذا جب انبیاء کے بارے الفاظ استعمال ہوں تو ان کا ترجمہ انکی شان کے مطابق ہونا ضروری ہے انبیاء کی عظمتیں اپنی ہیں۔

ایک عام آدمی عدالت کے روبرو کچھ کہے تو اسکی حیثیت کے مطابق اس سے سلوک کیا جاتا ہے اور ایسا سخت جملہ عدالت کے روبرو وکیل کہہ دے تو وکیل کا لائسنس منسوخ کر دیا جاتا ہے کہ یہ تو لائسنس یافتہ وکیل ہے عدالت کی حدود وقیود سے واقف ہے اسے عام آدمی کی نسبت زیادہ شائستگی اور سلیقے سے بات کرنی چاہیے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی تو شان ہی جدا ہے آپ اپنی امت کے لئے ہی نہیں تمام امتوں کے لئے شافع محشر ہیں۔ آپ ﷺ کے طفیل کتنے گناہگاروں کے گناہ معاف ہوتے ہیں اس پس منظر میں حضور ﷺ کی شان بلند کے مطابق سمجھا جائے تو اس کا وہ ترجمہ نہیں بنتا جو عام الفاظ میں کر دیا جاتا ہے۔

ما تقدم من ذنبک وما تاخر کا ترجمہ یا مفہوم یہ ہے کہ کوئی ایسی بات جو آپ ﷺ کی شان کے مناسب نہ تھی آپ سے صادر ہو گئی یا آئندہ کبھی بتقاضائے بشریت صادر ہو جائے اس پر آپ کے درجات عالیہ کے مطابق مغفرت عطا کی گئی اس طرح کے مفہوم سے بات سمجھ آ جاتی ہے کہ یہ تو عظمت رسالت کا ایک پہلو بیان ہوا ہے جسے لوگ سادگی میں گناہ لکھ دیتے ہیں اللہ کریم معاف فرمائے۔ مہربانی فرمائے عقیدت رسالت اور عظمت رسالت کو دلوں پر نقش فرمائے۔ جہاں تک ممکن تھا کوشش کی گئی ہے آپ اسرار التنزیل کا مطالعہ کریں کوئی کمی نظر آئے تو پھر مزید اصلاح ہو سکتی ہے۔

(نوٹ) تفسیر میں مفہوم بیان کرتے ہوئے مندرجہ بالا امور کی احتیاط کی گئی ہے۔ ترجمہ فتح محمد جالندھری صاحب کا لیا گیا ہے۔

سوال :- جب انسان کا اپنا آپ مٹ جاتا ہے یا فناء ہو جاتا ہے تو کیا بچتا ہے؟

جواب :- مٹ جاتا ہے یا فنا ہو جانا دو طرح سے ہوتا ہے ایک قطرہ آسمان سے ٹپکتا ہے اور کسی صحرا کی ریت میں جذب ہو جاتا ہے دوسرا قطرہ کسی سمندر میں گرتا ہے جو صحرا میں گرتا ہے وہ بھی فنا ہو جاتا ہے جو سمندر میں گرتا ہے وہ بھی فنا ہو جاتا ہے لیکن دونوں کے فنا ہو جانے میں فرق ہے سمندر میں گرنے والا شاید ابھرتی ہوئی ہر لہر میں ہو شاید کسی سیپ کے منہ میں چلا جائے اور لعل آبدار بن کر نکلے لیکن جو صحرا میں گرا وہ تو ضائع ہو گیا۔

فنا ہونے کے اپنے اپنے مقام ہیں کوئی دنیا کی محبت میں مٹ جاتا ہے کوئی اپنے آپ کو بڑا بنانے میں مٹ جاتا ہے اور کوئی محبت الٰہی میں مٹ جاتا ہے کون کہاں مٹتا ہے اور اس پر کیا کیفیت وارد ہوتی ہے یہ اُسے تب سمجھ آتی ہے جب وہ کسی شئے پر مرمٹتا ہے اور اگر دنیا

میں سمجھ نہ آئے تو جب آنکھ بند ہوتی ہے تو پھر آنکھ کھل جاتی ہے پھر پتہ چلتا ہے کہ کہاں مٹے اور اس کا کیا نتیجہ ہوا؟

سوال :- دردِ دل کس کیفیت کو کہتے ہیں اور یہ کیسے حاصل کی جاسکتی ہے؟

جواب:- شاعر نے کہا تھا

محبت کیا ہے تاثیر محبت کس کو کہتے ہیں
تیرا مجبور کر دینا میرا مجبور ہو جانا

محبت کرنے والا محبوب کا بندہ بے دام بن جاتا ہے۔ دردِ دل اللہ کریم کے ساتھ ایک رشتے کا نام ہے وہ کیا ہے؟ جب وہ رشتہ قائم ہوتا ہے تو سمجھ آجاتی ہے "لذت ایں مے بخدا نا شناسی تا نچشی" بخدا اس کی لذت سے تم آگاہ نہ ہوسکو گے جب تک تم اس کو خود نہ چکھو گے۔ تو کسی بھی کیفیت کے بارے پوچھنا کہ یہ کیا ہوتی ہے؟ اس کیفیت کو بیان کرتے ہوئے خواہ صفحات سیاہ کر دیئے جائیں یا اس پر گھنٹوں تقریر کی جائے کیفیت کی سمجھ نہیں آئے گی اسکی سمجھ تو اسے حاصل کر کے ہی آئے گی جو شخص کبھی بھوکا نہ رہا ہو وہ بھوک کو کیسے جانے گا؟ اُسے چوبیس گھنٹے بھوکا رہنے دیں اسے خود سمجھ آجائے گی بھوک کیا ہوتی ہے۔ اسی طرح غصہ ایک کیفیت ہے کسی بندے کو بیٹھے بٹھائے کوئی تھپڑ رسید کر دے تو پتہ چل جائے گا کہ غصہ کیا ہے اور بندے کے ردِعمل سے بھی پتہ چل جائے گا کہ غصہ کیا ہوتا ہے۔ تعلق باللہ کی کیفیات کو سمجھنا ہے تو اللہ کریم سے تعلق پیدا کریں۔

سوال :- جس شخص کی روحانی بیعت ہوئی ہو کیا اس کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ اسے کیا عطا ہوا؟

جواب:- اُسے جاننا چاہیے کہ کیا عطا ہوا ہے۔ جن لوگوں کو مشاہدہ نہیں ہوتا انہیں وجدانی طور پر سمجھ آجاتا ہے کہ جو کچھ عند البیعت عطا ہوا وہ کیا ہے۔ ہر عطا کے مفاہیم ہوتے ہیں کسی کو کتاب عطا کی جائے کسی کو جاءنماز کسی خاتون کو چادر یا تسبیح کسی شخص کو علم کسی کو تلوار کسی کو قلم جس طرح کی عطا ہو ویسے کام کرنے کی استطاعت عطا ہو جاتی ہے بندے کو اس طرح کے کام کرنے کی توفیق عطا ہو جاتی ہے اور دین کی خدمت ہونا شروع ہو جاتی ہے اس طرح مختلف چیزوں کے اثرات ان لوگوں کی زندگی پر مرتب ہوتے ہیں۔

سوال :- جو ذاکرین دنیا سے گزر گئے کیا ہم اُن کو اپنے ساتھ ذکر میں شامل کر سکتے ہیں؟

جواب :- کیوں؟ کیا آپ دنیا میں موجود زندہ رشتہ داروں، اور دوست احباب کو ذکر کی دعوت دے چکے ہیں؟ جو لوگ زندہ ہیں اُن کو ذکر میں شامل کیوں نہیں کرتے؟ جو لوگ دنیا سے گزر گئے وہ تو اپنی منزل پا گئے؟ جو زندہ ہیں انہیں اپنی منزل پر کامیابی سے پہنچنے کے لئے محنت کی ضرورت ہے خلوص اور کھرے پن کی ضرورت ہے آپ انہیں اس میں کامیاب ہونے کا نسخہ کیوں نہیں بتاتے؟ دنیا سے جانے والوں کے لئے اگر کوئی کچھ کرنا چاہے تو نفلی نیکیاں کرے اور اُن کا ثواب انہیں بخشے تلاوت کرے، تسبیحات پڑھے، صدقہ دے، خیرات کرے، نفلی حج کرے، کوئی بھی نفلی عبادت کرے اس کا اجر و ثواب خواہ زندہ کو بخشے یا فوت شدہ کو اس کی صوابدید پر ہے ایصالِ ثواب درست ہے اور دنیا سے گزرنے والوں کے لئے دعا کرنا اور ایصالِ ثواب کرنا اچھی بات ہے۔ لیکن ہماری نفسیات ایسی بن گئی ہیں کہ بندے کے دنیا سے اٹھتے ہی اس کی فکر لاحق ہو جاتی ہے کہ اس کے لئے یہ کریں اور ایسے کریں اور وہی شخص جب زندہ ہوتا ہے تب کسی کو اس کی فکر نہیں ہوتی کہ وہ کیا کر رہا ہے اور اس کے افکار و کردار کا انجام کیا ہوگا؟ ہمارے ساتھ

ہماری اولاد ہوتی ہے ہمارے ماں باپ ہوتے ہیں ہمارے ازواج ہوتے ہیں رشتہ دار عزیز ہوتے ہیں اور زندگی بھر ہمیں یہ فکر نہیں ہوتی کہ بیوی کیا کر رہی ہے بیٹا کیا کر رہا ہے اس کا انجام کیا ہوگا؟ والدین کیا کر رہے ہیں اُن کی عمر کیا ہے اور وہ کیا کر رہے ہیں؟ اسی اسی سال کے لوگ ہیں اور نماز روزہ نہیں کرتے انکی اولاد میں کوئی بھی انہیں پیار ومحبت سے اس طرف نہیں لاتے اگر کوئی کہتا بھی ہے تو وہ بھی جھڑک کر کہتا ہے "بابا نماز کیوں نہیں پڑھدا" وہ محبت جو مرنے کے بعد کی جاتی ہے وہ زندگی میں نہیں ہوتی الٹا والدین کو جھڑکنے پر گنہگار ہوتے ہیں اور جب وہ بزرگ فوت ہو جاتے ہیں تو پھر انہیں بخشوانے کی فکر لاحق ہو جاتی ہے اس وقت حلوے مانڈے کھانے والے سامنے آ جاتے ہیں خوب فائدہ اٹھاتے ہیں اور لوگ خوش ہوتے ہیں کہ مردہ بخشا گیا۔ ہماری اس ناسمجھی کا فائدہ وہ لوگ اٹھاتے ہیں جو کہتے ہیں اتنی رقم دے دو اتنے بکرے ذبح کرو یہ پکاؤ ہم ختم پڑھیں گے ہمیں یہ سب کچھ دے دو تمہارا مردہ بخشا گیا۔ تو زندہ انسانوں پر محنت کریں اور بخشوانے کے لئے دنیا میں احکام الٰہی کی پابندی کروانے میں مدد کریں سمجھائیں ترغیب دلائیں۔ پیار کریں محبت سے سمجھائیں ذکر اذکار میں شامل کریں۔ مرنے والوں کے ایصال ثواب کے لئے نفلی نیکیاں کریں اور انہیں ثواب پہنچائیں۔

دراصل ہمیں آخرت کا وہ یقین حاصل نہیں کہ آخرت کے لئے کام کریں دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کے لئے کام کرنے کے لئے ایک مضبوط یقین چاہیے۔ لوگوں کو اس یقین کو حاصل کرنے کی ترغیب دلایئے آپ زندہ لوگوں کو اللہ سے آشنائی حاصل کرنے کی دعوت دیں کہ آپ اس کام کے مکلّف بنائے گئے ہیں۔

ہمارے پاس یہاں جنات کی وجہ سے پریشان لوگ آتے ہیں جب جہان بھر کے عاملوں اور ٹونے ٹوٹکے والوں سے عاجز آ جاتے ہیں تو پھر یہاں آتے ہیں یہاں دارالعرفان میں کیا ہے؟ نمازیں ذکر اذکار تلاوت دینی مسائل سے آگاہی۔ یہی کچھ یہاں کے معمولات ہیں پانی، بجلی، کھانا، رہائش سب مفت ہے۔ یہاں ان معمولات سے گزارا جاتا ہے لطائف سے بدن میں انوارات آنا شروع ہو جائیں تو جنات چونکہ انوارات سے جل جاتے ہیں انوارات برداشت نہیں کر سکتے اس لئے خود چھوڑ جاتے ہیں۔ پھر وہ لوگ صحت مند ہو کر واپس گھر چلے جاتے ہیں اور جلد ہی ایک فریاد بھرا خط آ جاتا ہے یا تکلیف سے بے چین ہو کر خود آ جاتے ہیں میں انہیں بتا دیتا ہوں کہ واپس جا کر جب آپ نے نماز بھی چھوڑ دی ذکر بھی چھوڑ دیا تو تکلیفیں تو پھر آئیں گی لیکن انہیں سمجھ نہیں آتی کہ نماز کا چھوڑ دینا کیسا عجیب عمل ہے جنات کی تکلیف اتنی تکلیف دہ ہے کہ زبان سے بیان نہیں کی جا سکتی میں انہیں بتاتا ہوں کہ یہ تو آپ کی زندگی اور موت کا مسئلہ ہے آخرت کو تو جانے دیجئے موت سامنے کھڑی ہے موت سے بھی بھیانک بیماری آپ کے ساتھ ہے اس سے بچنے کے لئے بطور دوا بھی نماز نہیں پڑھ سکتے۔

یہ ہمارا دینی مسئلہ نہیں نفسیاتی مسئلہ ہے کہ جو مر گیا اس کا ہر کام دھوم دھام سے ہو کسی علاقے کا ایک شخص متحدہ عرب امارات میں کام کرتا تھا پیسے اس کے پاس کافی تھے دین سے اس کا کوئی واسطہ نہ تھا اس کی ماں فوت ہوگئی اس نے اپنی ماں کی عالی شان قبر بنوائی قیمتی ٹائلیں لگوائیں اور قبر کو خوب اونچا کر دیا اس کا ایک دوست تعزیت کے لئے آیا اور دعا کی کہ اللہ تمہاری اماں کو جنت نصیب کرے تو وہ پکڑ کر دوست کو قبرستان لے گیا سڑک کے دونوں طرف قبرستان

تھے سارے اپنی ماں کی قبر دکھا کر کہنے لگا ان دونوں قبرستانوں کو دیکھ لو اماں کی قبر جیسی کسی کی قبر ہے؟ جو ہمارے بس میں تھا وہ ہم نے کر دیا آگے اللہ جنت دے یا نہ دے وہاں تک ہماری پہنچ نہیں لیکن ان دونوں قبرستان والوں سے کہو کہ کوئی سر اٹھا کر دیکھے تو سہی سب پر اماں نے لات پھیر دی ہے ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ ہمارا مردہ سب پر لات پھیر دے۔

موت بھی ایک عجیب فاصلہ ہے زندہ آدمی پچاس سال بھی باہر رہے تو ایک ربط رہتا ہے آج آئے گا' کل آئے گا' فون آجائے گا کبھی خط لکھ دے کبھی پیغام آ گیا لیکن مرنے والا اس طرح ٹوٹل سے نکلتا ہے جیسا وہ تھا ہی نہیں لیکن ہم بھی شاید قبروں پر لات پھیرنا چاہتے ہیں اسی خیال کے تحت عالی شان قبریں بنائی جاتی ہے اُن پر شیڈ بنائے جاتے ہیں لینٹر ڈالے جاتے ہیں حالانکہ مرنے والے کو اسکی کوئی ضرورت نہیں نہ ہی کوئی فائدہ ہے یہی رقم کسی غریب کو دے کر مرنے والے کو ثواب پہنچا دیں تو مردے کو فائدہ پہنچے۔

مرنے والا تو اپنی منزل پر پہنچ گیا ہے اگر وہ ذاکر تھا تو اللہ اسکی محنت قبول کرے اگر وہ غافل تھا تو اللہ اس کی کوتاہیاں معاف فرمائے ہم تو اُن کے لئے دعا کر سکتے ہیں اور ہمیں دعا کرنی چاہیے اگر ہمیں واقعی کسی سے محبت ہے تو کوئی نفلی نیکی کریں اور اس کو ایصال ثواب

اللہ یار خانؒ ہسپتال میں سپیشلسٹ کلینک کا آغاز

☆ ڈاکٹر امتیاز احمد.......... ہارٹ سپیشلسٹ (پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی لاہور)

اوقات: بروز منگل۔ بدھ۔ جمعتہ المبارک شام 6 بجے تا 9 بجے

☆ ڈاکٹر عامر رضا.......... چائلڈ سپیشلسٹ (چلڈرن ہسپتال لاہور)

اوقات: بروز سوموار تا جمعتہ المبارک شام 6 بجے تا 9 بجے

☆ ڈاکٹر فرزانہ رشید.......... (فی میل فزیشن)

اوقات: بروز سوموار تا جمعتہ المبارک شام 6 بجے تا 9 بجے

ای۔سی۔جی۔ بھاپ دینے والے مشین' شوگر ٹیسٹ۔ کارڈیک مانیٹر اور لیبارٹری کی سہولیات موجود ہیں۔

اللہ یار خانؒ ہسپتال 34- اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

فون۔ 042-5183888-0343-4570645

اللہ کے سوا کسی کی قسم کھانا جائز نہیں!

شرعاً اللہ کے علاوہ کسی کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔ برصغیر میں چونکہ ہندوؤں کے ساتھ ہمارا اختلاط رہا تو ایک رواج ہو گیا ہے کہ مجھے تیری جان کی قسم۔ تمہارے سر کی قسم۔ اس بچے کی قسم، میرے بیٹے کی قسم یہ سب حرام ہے۔ اس لئے کہ جس کی قسم دی جاتی ہے وہ بطور گواہ پیش کیا جاتا ہے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہ سچ ہے اور جس کی قسم دے رہا ہوں وہ اس سچ سے واقف ہے۔ اب آپ کسی کے سر کی قسم کھاتے ہیں تو اس کا اس سے کیا تعلق! قسم تو اس کی کھائی جائے کہ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں وہ حرف بحرف سچ ہے اور جس کی قسم کھائی جا رہی ہے وہ اس کے ظاہر و باطن سے پوری طرح واقف ہے کہ ظاہراً عمل کیا تھا اور باطن میں ارادہ اور نیت کیا تھی اور وہ کیسے ہوا۔ تو جب آپ قسم کے ساتھ بیان کرتے ہیں تو صرف اللہ کی قسم کھائی جائے گی، باقی قسمیں باطل ہوں گی، ناجائز ہوں گی، حرام ہوں گی۔ اللہ کی قسم کو مذاق نہ بنایا جائے کہ بات بات پر آپ اللہ کی قسم کھانے بیٹھ جائیں۔ کوئی اہم معاملہ ہو، کسی کی زندگی موت کا مسئلہ ہو، کہیں کسی کے نفع و نقصان کا کوئی مسئلہ ہو۔ کوئی اہم بات ہو اور آپ سچے ہیں تو ضرور اللہ کی قسم کھائیں لیکن یہ دیکھ لیں کہ آپ کتنی بڑی ذات کی قسم کھا رہے ہیں اور معاملہ کیا ہے۔۔ ماخوذ از ''اکرم التفاسیر'' جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۶۳

تعاون
تاجران کاٹن یارن اینڈ پی سی یارن

شیخ ناصر، شیخ عبدالستار گلی نمبر 1 بالمقابل رحمان مارکیٹ
منٹگمری بازار، فیصل آباد، فون 041-2617075-2611857

مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زبان میں

انور علی شاہ

مغرب کی اسلام دشمنی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ پاکستان چونکہ دفاعی اعتبار سے اسلام کا قلعہ اور اسلامی دنیا کی واحد ایٹمی طاقت ہے لہٰذا مغرب کا اولین ہدف ہے امریکہ نے بھارت سے ایٹمی ٹیکنالوجی کی فراہمی کا سمجھوتہ کر کے ثابت کر دیا ہے کہ وہ اس خطے میں بھارت کی بالادستی چاہتا ہے۔ اس نے واضح کر دیا ہے کہ پاکستان امریکہ سے ایٹمی ٹیکنالوجی کی فراہمی کی توقع نہ رکھے۔ اس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ امریکہ کے نزدیک پاکستان کی حیثیت محض ایک طفیلی ریاست کی ہے۔ ایسی ریاست جو عدم استحکام کا شکار ہے جس پر کسی وقت بھی دہشت گرد قبضہ کر کے مہذب دنیا کے لئے تباہی کا سبب بن سکتے ہیں۔ اس ضمن میں کینڈولیزا رائس کا بیان معنی خیز ہے کہ پاکستانی ایٹمی ہتھیاروں کا ہم نے مناسب بندوبست کر رکھا ہے۔

امریکی دانشور کہتے ہیں کہ آئندہ رہائی کے اختتام تک بھارت ایک سپر پاور کا روپ دھار لے گا۔ امریکی تھنک ٹینک بھارت کو ایک عالمی طاقت کے روپ میں پیش کر کے پاکستان کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ اس کا بھارت کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں اور آنے والا وقت بھارت کا ہے جبکہ پاکستان کا شمار ناکام ریاستوں میں ہوگا۔ امریکی خفیہ ادارے CIA کی معاونت سے چلنے والے ایک تھنک ٹینک نے یہ پیشن گوئی کی ہے کہ خدانخواستہ پاکستان کا وجود ۲۰۱۵ء تک ختم ہو جائے گا اور دنیا کے نقشے پر پاکستان کا وجود نہیں ہوگا۔

عالمی ذہانت کے ٹھیکیداروں نے اپنی شیطانی جبلت سے مجبور ہو کر جو پیشین گوئیاں کی ہیں وہ کس حد تک پوری ہوں گی۔ ان کو علم نہیں کہ سب فیصلے عقل ہی نہیں کرتی' کچھ فیصلے عقل سے ماورا بھی ہوتے ہیں اقبال نے فرمایا تھا۔

روز ازل یہ مجھ سے کہا جبرائیل نے
جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول

عقل کے غلام جو چاہے کہیں' حقیقت یہ ہے کہ جب ظلم و فساد حد سے بڑھتا ہے تو اللہ اس بدعملی کو روک دیتا ہے خود کو بااختیار سمجھنے والے حیران و پریشان ہو جاتے ہیں کہ میری سکیم یا چال میں کسر کہاں رہ گئی' یہ اللہ کا طریقہ ہوتا ہے کہ "وہ اپنی چال چل رہے تھے اور اللہ اپنی چال چل رہا تھا (القرآن)

کون جانتا ہے کہ دوسروں کی تقدیر کا فیصلہ کرنے والے خود لحظہ بہ لحظہ موت کی آغوش میں جا رہے ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ کا سحر آہستہ آہستہ ٹوٹ رہا ہے۔ عراق اور افغانستان میں جاری جنگ نے اقتصادی طور پر اس کی کمر توڑ دی ہے جس پر اب تک تین ٹریلین ڈالر خرچ ہو چکے ہیں۔ اگر امریکہ' افغانستان میں جاری جنگ کا دائرہ کار وسیع کرتا ہے یا کوئی اور محاذ جنگ کھولتا ہے تو اس کی اقتصادی حالت مزید ابتر ہو سکتی ہے۔ امریکہ کے بے شمار بینک اور مالیاتی ادارے دیوالیہ ہو چکے ہیں۔ لاکھوں افراد بے روزگار ہو گئے ہیں۔ اس اقتصادی بدحالی کو پیش نظر رکھتے ہوئے ماہرین کا کہنا ہے کہ نئی امریکی انتظامیہ کو ناکامی کا سامنا کرنا ہوگا۔ ادھر روس کے'

تجزیہ نگاروں نے برملا کہنا شروع کر دیا ہے کہ امریکہ آٹھ ٹکڑوں میں بٹ جائے گا۔ اور سب سے پہلے یونائیٹڈ سٹیٹس آف امریکہ سے جدا ہونے والی ریاست کیلیفورنیا ہوگی جو امیر ترین ریاست ہے امریکی آئین کے مطابق ہر ریاست کو وفاق سے علیحدہ ہونے کا حق ہے اگر امریکی جنگی جنون کے نتیجے میں اخراجات میں مزید اضافہ ہوا تو مختلف ریاستیں وفاق سے علیحدگی کا سوچ سکتی ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اقوام کے عروج وزوال کے فیصلے کہیں اور ہوتے ہیں پاکستان کو ناکام ریاست کہنے والے خود زوال کا شکار ہیں ۔ ہر "عروج وزوال" کا اصول ہر دور میں کارفرما رہا ہے۔ اگر دنیا کی ہر تہذیب اور سلطنت کے عروج کے بعد زوال کا ذائقہ چکھا ہے تو امریکی تہذیب وریاست کو کون سے سُرخاب کے پر لگے ہیں۔ ایک دن وہ یقیناً آئے گا جب Unipolar World کا تصور ختم ہوگا متعدد سپر پاورز دنیا کی قیادت کے لئے موجود ہوں گی، کچھ عجیب نہیں کہ ان میں ایک آدھ مسلمان مملکت بھی ہو۔

جہاں تک مستقبل کی سپر پاور بھارت کا تعلق ہے، یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بھارت کبھی بھی ایک مکمل خود مختار Savereign State کی شکل میں دنیا کے نقشے پر موجود نہیں تھا۔ بھارت کی معلوم تاریخ میں محض چند ادوار ایسے تھے جب بھارت غیر منقسم حالت میں موجود تھا۔ اگر اشوک کا دور، مغلوں کا مختصر عرصہ اور انگریزی حکومت کا دور نکال دیں تو اپنی تاریخ کے ہر دور میں بھارت مختلف ریاستوں یا خود مختار صوبوں میں بٹا ہوا نظر آتا ہے لہٰذا اکھنڈ بھارت کا خواب دیوانے کی بڑتو ہو سکتا ہے، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

یقیناً بھارت آج کی ابھرتی ہوئی معاشی طاقت ہے۔ مگر اس کی معیشت ٦٠ کروڑ مفلس انسانوں کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں۔ بھارت کی معاشی ترقی سے ارب پتی تاجروں کی تعداد ضرور بڑھی ہے اور ایک قابل لحاظ مڈل کلاس وجود میں آئی ہے جس کی قوت خرید معیشت کو سہارا دے رہی ہے مگر بھارتی معیشت کی Trickle Down پالیسی مطلوبہ نتائج پیدا کرنے میں ناکام رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بھارت کا امیر، امیر تر اور غریب، غریب تر ہوتا جارہا ہے۔ مستقبل قریب میں اگر بھارتی معیشت میں کوئی بڑی تبدیلی نہ لائی گئی تو، یہ ابھرتی ہوئی معیشت ریت کا ڈھیر ثابت ہوگی۔

اس میں شک نہیں کہ بھارت ایک بڑی فوجی قوت ہے۔ علاوہ ازیں بھارت کی عدالتیں بھی نسبتاً بہتر حالت میں ہیں اور اس نے اپنا وجود بطور دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت منوا لیا ہے مگر اس کا کیا کیا جائے کہ بھارت میں بے شمار آزادی کی تحریکیں چل رہی ہیں بھارت مکمل طور پر دہشت گردی کی زد میں بھی ہے۔ بھارت میں ١٢٦ اکتوبر سے لے کر ٢٥ نومبر ٢٠٠٨ء تک جو دہشت گردی کے حملے ہوئے اس میں ١٨٢ افراد ہلاک ہوئے۔ دہشت گردی کے سلسلے میں پچھلے چار عشروں کے ریکارڈ کے مطابق بھارت میں تقریباً ایک لاکھ افراد فخریہ دہشت گرد کہلاتے ہیں اور ٧٠ اضلاع میں ازخود کھلم کھلا سرکاری، ریونیو جمع کرتے ہیں ان میں زیادہ تر اتر پردیش، مدھیا پردیش، چندی گڑھ، میزورام، ناگالینڈ، منی پور آسام وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں ٨٠ فیصد غیر مسلم عیسائی، بدھ، سکھ اور مارکسٹ ہیں۔ ممبئی کے خوفناک واقعے کے بعد اس حصے کی زمینی اور سیاسی صورتحال بدلتی نظر آرہی ہے۔ پاکستان کے خلاف Strategic Attack کی دھمکی کے بعد بھارت نے بین الاقوامی سرحد پر فوجوں کا اجتماع کر دیا ہے۔ بھارتی مہم جو یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں امریکہ کی حمایت وتائید حاصل ہے۔ کیا وہ پاکستان کے جوابی حملوں کو روک

سکیں گے؟ پاکستان نے بھارت کے ساتھ طویل عرصے تک امن وآشتی کی راہ ہموار کی لیکن بھارت کو موجودہ رویہ پاکستان کے لئے لمحہ فکریہ ہے بھارت نے اپنی پوری عسکری قوت کو منظم کرنا شروع کر دیا ہے اس کے ساتھ بین الاقوامی سطح پر پاکستان کو تنہا کرنے کی کوشش شروع کر دی ہے یوں لگتا ہے کہ اس نے آخری فیصلہ کر لیا ہے' جنگ کسی مسئلے کا حل نہیں مگر جب پاکستان کو دیوار کے ساتھ لگا دیا گیا تو پھر جنگ کے علاوہ کوئی راستہ نہیں بچے گا۔ بھارت نے روز اول سے ہی پاکستان کے وجود کو دل سے تسلیم نہیں کیا۔ وہ جنگ اس لئے چاہتا ہے کہ خدانخواستہ پاکستان کا وجود ختم ہو جائے اور وہ پکے ہوئے پھل کی طرح بھارت کی جھولی میں گر جائے' حیرت اس بات پر ہے کہ بھارت' جس کا اپنا وجود ایک سوالیہ نشان ہے' کس طرح ایٹمی طاقت پاکستان کو سرنگوں کر سکتا ہے بھارت کا یہ خواب کبھی بھی انشاء اللہ پورا نہ ہوگا۔ پاکستان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وجود میں آیا ہے اور اسے ختم کرنا بھارت یا کسی اور کے بس کی بات نہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ کیا بھارت پاکستان پر جنگ مسلط کرے گا؟ یہ سوال بھی قابل غور ہے کہ کیا جنگ بھارت کے مفاد میں ہے؟ اگر دیکھا جائے تو بھارت کیا' جنگ فی الوقت امریکہ' چین' پاکستان بلکہ کسی بھی ملک کے مفاد میں نہیں بھارت نے جنگ شروع کی تو اس کی معاشی ترقی کا عمل رک جائے گا اور وہ معاشی اعتبار سے ساٹھ کی دہائی میں پہنچ جائے گا یہ صورتحال کاروباری طبقے کے مفاد میں نہیں جنگی جنون پیدا کرنے والے مہم جو بھارتی حکومت کو مجبور کرتے رہیں گے کہ پاکستان پر کاری ضرب لگائی جائے امریکہ' بھارت کے ذریعہ پاکستان کو سزا دلوانا چاہتا ہے مگر یہ نہیں چاہتا کہ پاکستان مغربی محاذ سے فوجیں نکال کر بھارتی سرحد پر لگا لے۔ بھارت یہ چاہے گا کہ اسے اہداف کے حصول کے لئے پاکستان پر دباؤ برقرار رکھے اور جنگ کے بغیر ہی اپنے مقاصد حاصل کر لے۔ یہ صورت بھارت کے لئے بہتر ہے مگر کیا اس سے جنگ کا خطرہ ٹل جائیگا؟

ہمارا خیال ہے کہ جنگ اگرچہ وقتی طور پر ٹل گئی ہے مگر بھارت اپنی جبلت سے مجبور ہو کر پاکستان پر حملہ ضرور کرے گا۔ خواہ کچھ دیر بعد کرے۔ بھارت حملہ آور ہوگا اور یہی ابتدا ہوگی غزوۃ الہند کی' جس کی نمو قریب تر ہے اور جس کے متعلق نبی اکرمؐ نے خبر دی ہے کہ میری اُمت کے آخری حصے میں دو جماعتیں ایسی ہوں گی جو بلا حساب جنت میں داخل ہوں گی اور دوزخ سے محفوظ قرار دی جائیں گی' ان میں ایک جماعت وہ ہوگی جو غزوۃ الہند میں شریک ہوگی اور دوسری جماعت وہ ہوگی جو نزول عیسیٰ پر ان کی رفاقت میں جہاد کرے گی وقت بہت جلد آنے والا ہے جب مسلمانوں کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر دنیائے کفر کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہے اور بنی نوع انسان کو دائمی امن کا راستہ دکھانا ہے جو کفر کے بت گرا کر ہی نصیب ہوگا لہٰذا پاکستان کو جنگ کی مکمل تیاری کرنا ہوگی اور اس کے لئے قوم کو تیار کرنا ہوگا' وگرنہ اقبال بہت پہلے کہہ گئے ہیں۔

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

MOTHER

To one who bears the sweetest name
And add a luster to the same
Who shares my joys
Who cheers when sad
The greatest friend I ever had
Long life to her for there is no other
Cane take the Place of my dear mother

Maryam Fawad Bokhari
CANADA

☆☆ تزکیہ باطن کی اہمیت ☆☆

محمد اکرم اویسی

اللہ کریم نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانا چاہا تو تمام فرشتوں کو جمع فرما کر حکم دیا کہ جب میں حضرت آدمؑ کے بدن خاکی میں روح پھونکوں تو تمام کے تمام فرشتے سربسجود ہونگے لیکن ابلیس نے سجدہ نہ کیا اللہ کریم نے پوچھا تمہیں کونسی چیز سجدہ کرنے میں آڑے آئی تو اُس نے جواب دیا کہ یہ مجھ سے کمتر ہے کیونکہ میں آگ سے بنا ہوں اور یہ گلی سڑی مٹی سے۔ سو اس طرح یہ بارگاہ الٰہی سے راندہ درگاہ ہوا اور حضرت انسان کو راہ حق سے بھٹکانے کی اجازت کا طلبگار ہوا اور چیلنج کیا کہ میرے پیروکار زیادہ ہونگے اللہ کریم نے فرمایا جو میرے بندے ہونگے وہ تیرے جال میں نہیں آئیں گے۔

اللہ کریم نے بنی نوع انسان کی ہدایت کیلئے کم وبیش سوا لاکھ انبیاء ورسل مبعوث فرمائے۔ جو انسانوں تک اللہ کے احکامات پہنچاتے رہے سب سے آخر میں اللہ نے آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا اور ساتھ ایک مکمل ضابطہ حیات (قرآن حکیم) عطا فرمایا۔ جو رہتی دنیا تک کیلئے ہر جگہ اور ہر موسم میں قابل عمل ہے۔

اللہ نے انسان کو دو چیزوں کے مرکب سے بنایا ہے ایک بدن اور دوسرے روح۔ بدن کیونکہ مٹی سے بنا ہے اور اس کی تمام بدنی ضروریات کی تکمیل بھی مٹی سے ہی پوری کرنے کا انتظام فرمایا۔

دوسری طرف روح ہے اور روح امر ربی ہے اور امر ربی کی صفت ہے اور عالم امر سے ہے جس کو فنا نہیں بدن کثیف ہے اور روح لطیف ہے اللہ نے کثیف اور لطیف کا ایسا مضبوط جوڑ بنایا ہے کہ قیامت کے زلزلے بھی اس کو توڑ نہ سکیں گے۔

اللہ نے روح کی خوراک (حیات) کیلئے نماز۔ روزہ۔ تلاوت قرآن کریم، تسبیحات درود شریف کا انتظام فرمایا۔ روح کیونکہ عالم امر سے ہے اس لئے یہ تمام چیزیں بھی عالم امر سے ہی عطا کی گئیں

بندہ مومن اگر ان دونوں کی حیات کیلئے اللہ کا تجویز کردہ نسخہ استعمال کرتا ہے تو پھر وہ صراط مستقیم پر گامزن رہے گا۔

اللہ کریم نے انبیاء ورسل کو ہمیشہ دو چیزیں دے کر مبعوث فرمایا ہے ایک تعلیمات نبوت اور دوسرے برکات نبوت تاکہ حضرت انسان دونوں پہلوؤں سے استفادہ حاصل کر کے اللہ کی خوشنودی سے ہمکنار ہو۔

ارشاد باری ہے۔ **یتلو علیھم آیتہ ویزکیھم ویعلمون الکتاب والحکمہ.** تعلیمات نبوت حاصل کرنے کے لئے تو بے شمار مدارس اور مساجد بڑے اہتمام سے یہ کام کررہے ہیں لیکن افسوس صد افسوس کہ برکات نبوتؐ جو کہ دین کا ایک انتہائی اہم شعبہ ہے اس کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی جارہی۔ بلکہ اس کے حصول کی مخالفت تک کی جاتی ہے حالانکہ حدیث جبرئیلؑ میں اس کو احسان کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

قرآن کریم کی ترتیب کو مدنظر رکھیں تو **یتلو علیھم آیتہ** سب سے پہلے تعلیمات نبوت کا جاننا اور ایمان لانا ٹھہرا۔ یعنی جو جان لے اور ایمان لے آئے تو اس کے بعد **یزکیھم**۔ اللہ کا نبیؐ اس کا تزکیہ کرتا ہے پاک صاف کرتا ہے یعنی ایمان لانے کے بعد ہی تزکیہ ہوسکے گا اور جس کا تزکیہ ہوگا اس کو اگلی دونوں باتوں کی سمجھ آسکے گی ورنہ وہ اپنی عقل اور صرف ونحو کے گھوڑے دوڑاتا رہے گا لیکن قرآن کے اصل مفہوم تک نہیں پہنچ سکے گا حکمت اور دانائی تک رسائی کیلئے تزکیہ باطن ہونا ضروری ٹھہرا۔ ابھی جب دین کی بنیادی باتوں کا پتہ چل گیا اور بندہ ایمان بھی لے آیا۔ تو اسے کسی ایسے استاد کی ضرورت ہے جو تزکیہ باطن کا فن جانتا ہو اور اپنے شاگردوں کو یہ فن سکھا سکے یعنی اُن کا تزکیہ کرسکے۔

تزکیہ آخر ہے میں اس کو سمجھنا از حد ضروری ہے اس کیلئے نبی کریمؐ کے دور مبارک کو یاد کرتے ہیں۔ دو ہستیاں آپ کے روبرو ہیں ایک آپؐ کے چچا

ابوجہل جو اپنے وقت کا بڑا منصف، جاہ وجلال کا مالک اور اپنے آپ کو بڑا عقل مند اور دانا خیال کرتا تھا بلکہ عوام الناس تک بھی ایسا ہی خیال کرتے تھے۔
دوسری ہستی حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں جو آپؐ کے دوست اور ساتھی ہیں، جب آپؐ نے اعلان نبوت فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ آپؐ پر ایمان لے آئے! ایمان لانے کی دیر تھی کہ آپؐ کے قلب اطہر سے نکلنے والے انوارات کے سمندر میں نہا گئے اور تزکیہ باطن کے اعلیٰ ترین مرتبے پر فائز ہوئے۔
آپ کا چچا ابوجہل جو بڑا دانا بنا پھرتا تھا نبی کریمؐ پر ایمان نہ لایا اور وہ تزکیہ باطن کی دولت سے محروم رہا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ یہ دین برحق ہے لیکن ایمان نہ لانے کی وجہ سے وہ اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہا تزکیہ باطن کیلئے ایمان لانا شرط ٹھہرا۔ جب تزکیہ نہیں ہوگا تو قرآن میں جو حکمت اور دانائی کا ذکر ہے اس کی سمجھ نہیں آتی۔
وہ نفوس قدسیہ جنہوں نے نبی کریمؐ کی صحبت میں بیٹھ کر یہ نعمت عظمیٰ حاصل کی۔ اُن سے تابعین اور پھر اُن سے تبع تابعین نے حاصل کی اور یہ دولت سینہ بہ سینہ منتقل ہوئی اس کے لئے مجاہدہ کرنے کی ضرورت نہ پڑی بلکہ صرف صحبت ضروری تھی گردش زمانہ اور نبی رحمتؐ کے زمانہ مبارک سے دوری کی وجہ سے اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ کسی ایسے روحانی استاد کی تلاش کی جائے جو خود نبی رحمتؐ کے قلب اطہر سے یہ برکات حاصل کرتا ہو۔ اُس کی صحبت میں بیٹھ کر محنت کی جائے اور اس میں یہ استعداد بدرجہ اتم موجود ہو کہ وہ سالکین کے قلوب میں یہ برکات انڈیل سکیں۔

اس وقت امت مسلمہ کی جو زبوں حالی ہے اس کی بنیادی وجہ انسانی قلوب کا مردہ ہونا ہے کیونکہ ان کو برکات نبوتؐ سے حصہ نہیں مل رہا۔ تعلیمات نبوت تو عام ہیں جو چاہے حاصل کر سکتا ہے اور اس کیلئے ایمان لانا بھی شرط نہیں ہے نبی رحمتؐ نے مردہ قلوب کو برکات نبوتؐ سے حیات نو بخشی تو وہ لوگ جو لوٹ کر کھانا پسند کرتے تھے وہ تقسیم کرنے والے بن گئے جو خود ہدایت پر نہ تھے وہ ہادی بن گئے۔ جب قلوب مردہ ہوتے ہیں یعنی اللہ کی یاد سے خالی ہوتے ہیں تو وہ جنگل کی مانند ہوتے ہیں اور جنگلوں میں تو چیرنے پھاڑنے اور کاٹنے والے خونخوار جانور ہوتے ہیں آج ہماری حالت یہ ہے کہ مسلمان، مسلمان کا گلا کاٹ رہا ہے اس کا مال لوٹ رہا ہے اور وہ زمانہ جاہلیت کا نمونہ پیش کر رہا ہے کیونکہ ان کے قلوب بیمار ہیں۔
اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ کسی ایسے ماہر قلوب کو تلاش کیا جائے تاکہ وہ اُن کے قلوب میں برکات نبویؐ انڈیلنے اور یہ قوم پھر سے حیاتِ نو پائے اور اپنے اصل مشن یعنی نبی نوع انسان کی فلاح کی طرف جا سکے۔
پیر طریقت، رہبر شریعت شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہٗ دارالعرفان منارہ چکوال میں اس نعمت عظمیٰ کو تقسیم کرنے کیلئے باقاعدہ تربیت کر رہے ہیں اور اُن کے ہزاروں خدام پوری دنیا میں قریہ قریہ اس نعمت عظمیٰ کو پہنچانے کیلئے ہمہ تن مصروف عمل ہیں تاکہ مسلمانوں کے قلوب نور نبوت سے روشن ہوں اور تزکیہ باطن کی نعمت حاصل ہو۔

☆☆☆

درج ذیل بیماریوں کے علاج کے لئے رجوع فرمایئے!

(1) زنانہ، مردانہ بانجھ پن (2) ہیپاٹائٹس B&C (3) بلڈ کینسر (4) دل کی شریانیں اور والو بند ہونا۔

(دل کا آپریشن کروانے سے پہلے ایک بار ضرور رابطہ کریں)

ادویات بذریعہ ڈاک بھیجی جائیں گی۔

رابطہ کیلئے 0345-8960642 اوقات رابطہ : دن 2:00 تا 4:00 بجے (اس کے علاوہ زحمت نہ فرمائیں)

مومن کی دنیا بھی دین ہے

قرآن حکیم نصیحت ہے' ارشادات عالی محمد رسول اللہ ﷺ نصیحت ہیں اور دعوت فکر دیتے ہیں کہ سب سے پہلے اپنے آپ کو تلاش کرو کہ میں کہاں ہوں! دوسرے کا بھلا تو وہ کر سکے گا جو خود اپنا بھلا کر سکے خود کو راہ ہدایت پر لے آئے' خود کو اتباع رسالت ﷺ پر لے آئے' خود کو حضور ﷺ کی غلامی کا اسیر بنالے' تب وہ دوسرے کے لئے بھی کوئی بہتری کر سکے گا جو خود راہ گم کردہ ہے وہ دوسرے کی رہنمائی کیسے کر سکے گا۔ مسلمانوں کی معیشت ہو' معاشرت ہو یا سیاست ہو سارا ہی دین ہے۔ مسلمان کی دنیا بھی دین ہے' اس لئے کہ وہ دنیا کا ہر کام بھی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے حکم سے کرتا ہے' اطاعت سے کرتا ہے اور اطاعت ہی دین ہے۔ مسلمان کی دنیاداری بھی دین بن جاتی ہے اور کافر کا دین بھی دنیا ہے کہ وہ دنیا کے لالچ کے لئے مختلف رسومات کی پابندی کرتا ہے' یہ کروں گا تو مجھے دنیا میں یہ مل جائے گا یہ کروں گا تو یہ مل جائے گا۔ لہذا کافر کا دین بھی دنیا ہوتا ہے اور مومن کی دنیا بھی دین ہے۔

ماخوذ از "اکرم التفاسیر" جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۵۶

تعاون

اسلم ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

مینوفیکچررز آف پی سی یارن

پل کوریاں' سمندری روڈ فیصل آباد' فون 2-041-2667571